در کفے جامِ شریعت، در کفے سندانِ عشق

ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

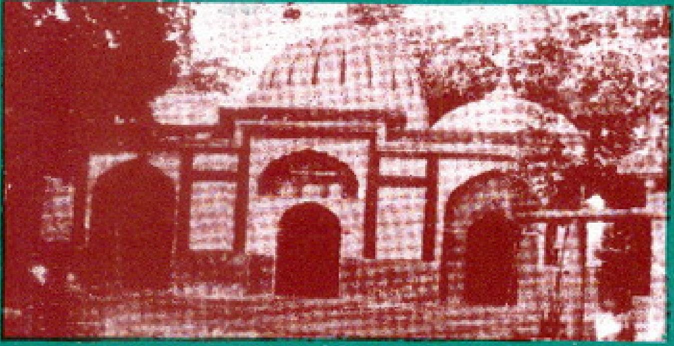

بیادگار

حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی

رحمۃ اللہ علیہ

پندرہ روزہ

پشاور

الحسن

شاہ محمد غوث اکیڈمی یکہ توت، پشاور

شاہ محمد غوث اکیڈمی پشاور کا علمی مجلہ یادگارِ حضرت ابوالبرکات سید حسن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ

پندرہ روزہ

رجسٹرڈ نمبر پی ۲۶۹

بانی مدیر
فقیر محمد امیر شاہ
قادری گیلانی

الحسن پشاور

مدیر اعلیٰ
سید غلام الحسنین
قادری گیلانی

شمارہ نمبر ۲۹۲-۲۹۱ جلد نمبر ۲۵

یکم تا ۳۱ دسمبر ۲۰۰۵ء بمطابق شوال/ذیقعد سنہ ۱۴۲۵ھ

مدیر اعلیٰ سید غلام الحسنین قادری گیلانی نے رضوان پرنٹرز
قصہ خوانی بازار پشاور سے طبع کر کے یکہ توت پشاور سے شائع کیا۔

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	مضمون نگار	صفحہ نمبر
۱	شذرہ	سید محمد انور شاہ قادری	۲
۲	نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم	شوکت الہ آبادی	۴
۳	انوار غوثیہ شرح الشمائل النبویہ	حضرت سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ	۵
	نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم	جعفر شیرازی	۱۷
۴	شہ لولاک معراج کے آئینہ میں	الحاج صوفی مشتاق احمد صدیقی	۱۸
۵	بلگرامی صاحب کا پیغام	حضرت ڈاکٹر سید حامد حسن بلگرامی	۳۰
۶	غزل	ہوش ترمذی	۳۶
۷	ارشادات غوث الصمدانی رضی اللہ عنہ	مرتب: سید کامران شاہ بخاری	۳۷
۸	قرآنی آیت جدید طب کے تناظر میں	ڈاکٹر نثار محمد ناصر	۵۰
۹	غزل	مجروح سلطانپوری	۵۷
۱۰	تبرکات وفیوضات جلویہ	ڈاکٹر محمد عطاء اللہ قادری جلوی	۵۸
۱۱	تبصرۂ کتب	علاء الدین عدیم	۶۳

شذرہ

صراطِ مستقیم

سید محمد انور شاہ قادری
لائبریرین گورنمنٹ ہائر سیکنڈری سکول نمبر ۳ پشاور شہر

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت انسان کو اپنی تمام مخلوق میں سے منتخب فرما کر اسے احسنِ تقویم کا بہترین لباس خلقت پہنایا، اپنے امر ربی سے روح اس میں جاری فرمائی اور عقل وعلم کے نور سے اسے آراستہ فرمایا تا کہ وہ اس کی روشنی کی بدولت اندھیروں میں بھٹکنے سے بچ جائے اور صراطِ مستقیم پر گامزن رہتے ہوئے اپنا سفر حیات طے کرتے ہوئے منزلِ مقصود تک بحفاظت پہنچ جائے۔

انسان چونکہ نسیان اور خطا کا مرکب ہے، بھول چوک اس کی سرشت میں پائی جاتی ہے لہٰذا خالقِ حقیقی نے اس کمزوری کو دور کرنے کیلئے انبیاء کرام مبعوث فرمائے جو وقتاً فوقتاً تشریف لاتے رہے اور انسان کو اپنا مقصدِ حیات یاد دلا کر صراطِ مستقیم کی طرف اس کی رہنمائی کرتے رہے۔ یہ شاندار سلسلہ نبوت حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر ہمارے پیارے نبی کریم، امام الانبیاء جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اختتام پزیر ہوا۔

پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے ترپن (۵۳) برس مکہ مکرمہ میں بسر فرمائے اور دس سال مدینہ منورہ میں گزارے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تریسٹھ سالہ حیاتِ ظاہری انفرادی اور اجتماعی طور پر ہر انسان کو رہنمائی فراہم کرتی ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نقش قدم پر چل کر ہی ہم صراط مستقیم پر قائم رہ سکتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو اپنا کر ہی دینی، دنیوی اور اخروی

کامیابیاں حاصل کر سکتے ہیں۔

ہمارا ازلی دشمن شیطان ہمیں صراطِ مستقیم سے گمراہ کرنے کیلئے مختلف حربے استعمال کرتا ہے اور اس کے آلہ کار مصنوعی گرد و غبار پیدا کر کے صراطِ مستقیم کو ہماری نظروں سے اوجھل کرنے اور شکوک و شبہات میں مبتلا کرنے کی ناپاک جسارتیں کر رہے ہیں۔ لہٰذا ان کا مقابلہ کرنے اور ان کے مکر و فریب سے بچنے کیلئے ہمیں اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذاتِ اقدس کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور خلوصِ دل سے خشوع و خضوع کے ساتھ نماز قائم کرنا چاہئے۔

کیونکہ نماز کی ہر رکعت میں ہم سورۂ فاتحہ پڑھتے ہیں اور گڑگڑا کر رب تعالیٰ سے صراطِ مستقیم کی ہدایت طلب کرتے ہیں جو ان لوگوں کی راہ ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے اور قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے انعام یافتہ بندوں کے چار گروہوں کا ذکر فرمایا کہ یہ انبیاء کرام، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں اور یہی بہترین دوست ہیں۔

لہٰذا ان کی محبت دل میں پیدا کرتے ہوئے ان کے پیچھے پیچھے چلنا چاہئے کیونکہ یہ صراطِ مستقیم پر گامزن ہیں اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے والے شیطان کے فریب اور دھوکہ سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

یہاں پر اگر غور و فکر کیا جائے تو اللہ تبارک و تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ اور حضرت انسان پر شفقت و مہربانی کا ایک زبردست راز آشکارا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ انعام یافتہ گروہوں کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے دوستوں کے ایک ٹولے کا ذکر بھی فرمایا یعنی اولیاء اللہ جو ہر دور میں موجود ہوں گے اور لوگوں کی رہنمائی فرمائیں گے لہٰذا اولیاء اللہ کے ساتھ دوستی، رفاقت اور محبت و عقیدت بڑھانی چاہئے اور ان کے حلقوں میں شامل ہونا چاہئے

صراطِ مستقیم پر گامزن رہنے کا یہ بہترین طریقہ ہے!

نعتِ رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

شوکت الہ آبادی

بچ کے طوفان سے ساحل پہ سفینہ آیا
جب زباں پر میرے نام شہ بطحا آیا

سجدہ شکر کیا میں نے بصد عجز ادا
سامنے جب میرے وہ گنبد خضر آیا

نعت پڑھنے کو سر حشر پکاریں سرکار
میں کروں عرض کہ مولیٰ میرے، آیا آیا

دم بخود سارے پیغمبر ہیں، فرشتے حیراں
قاب قوسین میں کوئی شب اسریٰ آیا

آج خوشبو سے معطر ہوئی ساری محفل
نعت گویاں نبی کو جو پسینہ آیا

زندگی مجھ کو ملی عشق نبی میں مر کر
جان دے کر مجھے جینے کا سلیقہ آیا

نعت میں احمد مرسل کے لکھوں میں اشعار
بات کرنے کا بھی شوکت نہ قرینہ آیا

انوارِ غوثیہ شرح الشمائل النبویۃ

از قطب الاقطاب شیخ القرآن والحدیث
حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

فخر موجودات، امام الانبیاء، عالم علوم اولین وآخرین، شفیع المذنبین، رحمت للعالمین، احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانی شکل وصورت، اخلاقِ کریمانہ اور عادات مبارکہ پر بڑے بڑے جلیل القدر علماء کرام نے تالیفات قلمبند فرمائیں جن میں عاشق رسول حضرت امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف لطیف ''شمائلِ نبویہ'' کو عالمگیر شہرت حاصل ہوئی جس میں پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک، عادات واطوار اور اخلاق حسنہ احادیث مبارکہ کی روشنی میں نہایت جامعیت کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔

ہر دور میں علماء کرام نے اس کتاب کو نہ صرف درس میں شامل رکھا بلکہ اس کے تراجم وشروح بھی لکھیں۔ اردو زبان میں بھی اس کی بہت سی شرحیں تحریر کی گئی ہیں۔ مفسر قران، شارح حدیث، فقیہہ اُمّم، قطب عالم حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی المعروف مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ترجمہ وشرح ''انوارِ غوثیہ'' کے عنوان سے قلمبند فرمایا۔ جسے اردو تراجم وشروح میں ایک منفرد مقام حاصل ہے۔ اس کتاب کو نہ صرف علمی ودینی حلقوں میں مقبولیت حاصل ہوئی بلکہ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی شرفِ قبولیت سے نوازی گئی۔

اسلام ہر مومن سے یہ تقاضا کرتا ہے کہ اسے اپنے والدین، اولاد، مال ودولت یہاں تک کہ اپنی جان سے بھی بڑھ کر محبت پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہونی چاہئے۔ کتاب ہذا کو الحسن میں قسط وار شائع کیا جارہا ہے اس امید کے ساتھ کہ اس کا مطالعہ قارئین کرام کے قلوب میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چراغ روشن کرنے کیلئے مفید ومعاون ثابت ہوگا۔

اللھم نور قلوبنا علی محبتک و محبت حبیب اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

(ادارہ)

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الحمد لله والسلام على عباده الذين اصطفىٰ قال الشيخ الحافظ ابو عيسىٰ محمد[۱] بن سوره الترمذي رحمت الله عليه

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ خَلْقِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

یہ باب حضور پیغمبر اسلام حضرت احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی صورت مقدس اور حلیہ پاک کے بیان سے متعلق ہے۔

(اس باب میں چودہ احادیث ہیں)

حل لغت خَلق: خاء معجمہ کی زبر اور لام کے سکون کے ساتھ ہے جس کے معنی ''ایجاد'' کے ہیں۔ یہ مصدر ہے اور مفعول کے معنی دیتا ہے یعنی ''وہ دنیا میں ایجاد کی گئی ہے''۔ یہاں انسان کی ظاہری صورت مراد ہے۔ اور خُلُق خاء معجمہ کی پیش اور لام کی بھی پیش کے ساتھ ہے جس کے معنی طبع اور خُو کے ہیں یہ معنی باطن کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ اس عنوان سے کتاب میں الگ باب موجود ہے اس سے انسان کی باطنی صورت مراد ہے۔

۱: آپ کا اسم گرامی محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ تھا۔ کنیت ابو عیسیٰ تھی، ۲۰۹ھ بمقام ترمذ پیدا ہوئے۔ موضع ترمذ بلخ میں دریائے جیحون کے کنارے پر واقع ہے۔ اسی وجہ سے آپ کو ترمذی کہا جاتا ہے۔ بڑے جلیل القدر محقق اور محدث ہوئے ہیں۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے تھے۔ حضرت استاذ گرامی محدث کبیر صاحبزادہ حافظ علی احمد جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں ''آپ کی تصانیف کثیرہ ہیں جن میں صحیح ترمذی شریف شہرہ آفاق ہے۔ بلحاظ ترتیب اور تکرار یعنی مکررات کم ہونے کے مقبول عند الفحول ہے۔ اس میں اکثر مقامات پر مذاہب ائمہ اور نیز وجوہ استدلال کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اکثر محدثین آپ کو خلیفۂ بخاری سے یاد کرتے ہیں۔'' لکھتے ہیں: ''ان کی کتاب شمائل نبوی بھی مشہور ہے جس میں سرکار دو عالم ﷺ کے بدن مبارک، چہرہ انور، اعضاء اقدس کے حالات لکھے ہیں۔ حضور اقدس ﷺ کی سیرت مبارکہ بھی اس میں درج ہے۔''

حضرت علامہ صاحب مشکوٰۃ شیخ ولی الدین ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب اپنے رسالہ اکمال فی اسماء الرجال میں تحریر فرماتے ہیں ''ائمہ حدیث کی ایک جماعت سے حدیث حاصل کی۔ صدر اول کے مشائخ سے ان کی ملاقات ہوئی جیسے قتیبہ بن سعد، محمود بن غیلان، محمد بن بشار، احمد بن منیع، محمد بن مثنی، سفیان بن وکیع، محمد بن اسماعیل بخاری (حاشیہ اگلے صفحہ پر جاری ہے)

تشریح صاحب شمائل شریف نے ظاہری شکل وصورت اور حلیہ مبارک کو باطنی اوصاف مقدسہ پر مقدم گردانا ہے اسلئے کہ نبی کریم ﷺ کی صفات کاملہ بنی نوع انسانی پر ظاہر ہو جائیں جو آپ ﷺ کی ہیئت اور صورت ظاہری میں جلوہ فرما تھیں۔ حسن ظاہر حسن باطن پر دلالت کرتا ہے کیونکہ ظاہر باطن کا عنوان ہوا کرتا ہے۔

حضرت علامہ اجل فقیہ اعظم مولانا مولوی ملا علی القاری رحمہ الباری ''جمع الوسائل'' جلد ۱، صفحہ ۹ پر تحریر فرماتے ہیں:

والمعنى باب ما جاء من الاحاديث التى وردت فى بيان خلق الله تعالى صورة رسوله الاعظم و نبيه الاكرم صلى الله عليه واله وسلم على الوجه الاتم و لذا قيل من تمام الايمان به اعتقاد انه لم يجتمع ادمى من المحاسن الظاهرة الدالة على محاسنه الباطنة ما اجتمع فى بدنه صلى الله عليه واله وسلم

''حقیقت یہ ہے کہ اپنے رسول معظم و نبی مکرم ﷺ کی صورت مبارکہ کے پیدا کرنے کے بارے میں جو احادیث کثرت سے وارد ہوئی ہیں وہ تخلیق کی ساخت اور کمال کو مکمل طور پر ثابت کر رہی ہیں۔ اسی لئے ارشاد ہے کہ کسی شخص کا ایمان مکمل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ یہ اعتقاد نہ رکھے کہ بلا ریب حضور پُر نور شافع یوم النشور کے وجود گرامی میں ظاہری اور باطنی کمالات اس قدر خوبی کے ساتھ ودیعت کر دیئے گئے ہیں کہ ظاہری اوصاف کا جلال و کمال باطن کی عظمت و کمال کا آئینہ دار ہے کسی اور مخلوق میں اس قدر ظاہری اور باطنی خوبیوں کا اجتماع ہرگز نہیں ہو سکتا۔''

۱: بقیہ حاشیہ: وغیرہ وغیرہ اور بہت سے لوگوں نے حدیث حاصل کی۔ ان میں محمد بن احمد محبوبی مرزوی بھی شامل ہیں۔''

استاذ گرامی نور اللہ مرقدہٗ نے فرمایا ہے کہ ''صاحب تاریخ الاولیاء نے ان کی وفات موضع بوغ میں لکھی ہے جو شہر ترمذ سے تین کوس فاصلہ پر ہے۔ صاحب شمائل شریف کی تاریخ وفات ۱۳ رجب ۲۷۹ھ ہے۔''

تنبیہ: ان کا ہم نام ایک اور شخص بھی گزرا ہے جو کہ حکیم ترمذی کے نام سے مشہور ہے۔ استاذ محترم رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا ہے ''ان کے بعد ان کے ایک اور بھی ہم نام حکیم ترمذی گزرے ہیں لیکن ان کا اصلی نام ابو عبداللہ بن علی بن حسن تھا جو ۵۰۵ھ میں فوت ہوئے اور انکی ایک تصنیف نوادر الاصول ہے جس میں موضوعات احادیث بہت ہیں۔'' (درج الدرر فی اصول حدیث خیر البشر)

اور حضرت علامہ فرماتے ہیں

و من وثم نقل القرطبی عن بعضھم انہ لم یظھر تمام حسنہ صلی

اللہ علیہ والہ وسلم والالما اطاقت اعین الصحابۃ النظر الیہ

''اور اسی طرح قرطبی نے بعض راویوں سے نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ کے ظاہری محاسن اور جمالِ جہان آرا پورے طور پر ظاہر نہیں ہوئے اور اگر ایسا ہو بھی جاتا تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بھی یہ جرأت نہ ہوتی کہ آنحضور ﷺ کے چہرہ انور کی طرف نظر اٹھا کر دیکھ سکتے۔''

اور فرماتے ہیں

و اما الکفار فکانوا کمال قال تعالیٰ و تَرَاھُمْ یَنظُرُوْنَ اِلَیْکَ وَ ھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ

''اور کفار کا تو یہ حال تھا کہ وہ بظاہر حضور ﷺ کی طرف نظر کرتے دکھائی دیتے تھے لیکن درحقیقت دیکھنے کی قوت سے محروم تھے۔''

نیز فرمایا:

و قال بعض الصوفیۃ اکثر الناس عرفوا اللہ عز و جل و ما عرفوا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم لان حجاب البشریہ غطی ابصارھم

''اور بعض صوفیائے کرام رحمہم اللہ کا ارشاد ہے کہ بعض حضرات نے اللہ تعالیٰ کو تو دیکھ لیا لیکن حضور ﷺ کو عارفانہ نظر سے نہیں دیکھا ہے کیونکہ انکی اپنی بشریت کا حجاب انکی آنکھوں کو ڈھانپے ہوئے تھے۔''

حدیث نمبر ۱ اخبرنا ابو رجا قتیبۃ بن سعید عن مالک بن انس عن ربیعۃ بن ابی عبدالرحمن عن انس بن مالک انہ سمعہ یقول کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لَیْسَ بِالطَّوِیْلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِیْرِ وَلَا بِالْاَبْیَضِ الْاَمْھَقِ وَلَا بِالْاٰدَمِ وَلَا بِالْجَعْدِ الْقَطَطِ وَلَا بِالسَّبْطِ بَعَثَہُ اللہُ تَعَالٰی عَلٰی رَاْسِ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً فَاَقَامَ بِمَکَّۃَ عَشْرَ سِنِیْنَ وَ بِالْمَدِیْنَۃِ عَشْرَ سِنِیْنَ فَتَوَفَّاہُ اللہُ تَعَالٰی عَلٰی رَاْسِ سِتِّیْنَ سَنَۃً وَ لَیْسَ فِیْ رَاْسِہٖ وَ لِحْیَتِہٖ

عِشْرُوْنَ شَعْرَۃً بَیْضَآءَ

ترجمہ جناب انس بن مالک کہتے ہیں کہ حضور رسول کریم ﷺ نہ تو بے ڈول لمبے قد کے تھے اور نہ ہی ٹھنگنے اور آپ کا رنگ نہ تو چونے کی طرح سفید تھا اور نہ ہی ٹمیالا۔ آپ ﷺ کے بال مبارک نہ تو پیچ دار تھے اور نہ ہی سیدھے اکڑے ہوئے تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ ﷺ کو چالیس سال کی عمر شریف میں نبوت سے سرفراز فرمایا۔ آپ دس برس مکہ مکرمہ اور دس برس مدینہ منورہ میں تبلیغ اسلام کیلئے قیام فرما رہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تریسٹھ برس کی عمر میں وصال عطا فرمایا۔ اس وقت آپ ﷺ کے سر اقدس اور داڑھی مبارک میں بیس بال شریف بھی سفید نہ تھے۔

حل لغات طَوِیْل: لمبے، دراز۔ اَلْبَائِنِ: بے ڈول، بے ڈھنگے۔ طَوِیْلِ الْبَائِن: بے ڈول لمبے یعنی حد اعتدال سے زیادہ دراز قامت۔ قَصِیْر: پست قد، ٹھنگنا۔ اَبْیَض: سفید۔ اَمْھَقِ: اس کا مادہ مَھَق ہے، چونے کی طرح سفید۔ ادم: گندم گوں، ٹمیالا: اُدْمَۃٌ: گدم گونی۔ اَلجَعْد: گھنگریالے، پیچ دار، جنگلہ موئی۔ اَلْقَطَط: کثیر الشعر، بہت زیادہ بال، حبشیوں کی طرح۔ جَعْدُ الْقَطَط: بہت زیادہ گھنگریالے (پیچ دار) بال۔ اَلسَّبْط: سیدھے بال، اکڑے یا کھڑے بال۔ یہ جَعْدُ الْقَطَط کا بالکل خلاف ہے۔ بَعَثَ: کھڑا کیا، مبعوث کیا، نبوت سے سرفراز فرمایا۔ رَأس: ابتدا سر۔ اَرْبَعِیْن: چالیس۔ سَنَۃ: سال، برس۔ اَقَامَ: قیام فرمایا، ٹھہرے، تبلیغ کی۔ عَشْر: دس۔ سِنِیْن: سال سَنَۃ کی جمع ہے۔ تَوَفَّا: وفات دی، وصال دیا۔ سِتِّیْن: ساٹھ۔ سَنَۃَ دو سے لے کر پانچ سال تک استعمال ہوتا ہے۔ لِحْیَۃ: داڑھی۔ عِشْرُوْن: بیس۔ شَعْر: بال۔ بَیْضَآء: سفید۔

تشریح صاحب شمائل رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو لفظ اخبرنا سے شروع کیا ہے لہٰذا جاننا چاہئے کہ حدیث، سماع اور اخبار میں فرق ہے یا نہیں؟ حضرت علامہ شارح صحیح البخاری محدث جلیل مرشدنا و مولانا شاہ محمد غوث صاحب پشاوری ثم لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی شرح میں تحریر فرماتے ہیں

"نزدِ ابن عیینہ و امام بخاری و بعضی دیگر ہیچ فرق نیست در حدیث و اخبار و سماع و انباء یعنی لفظ حدثنا و اخبرنا و سمعت و انبانا یک است۔ چنانچہ در متن بخاری بعد ازیں مذکورہ خواہد شد و جمہور

تفاوت کردہ اند باآنکہ اعلاء درجات سماع است محمول است بر سماع از شیخ خاصۃ بعد آں اخبار بعد آں انباء وفرق کردہ اند در اخبار وانباء باآنکہ اخبار محمول است بر قرأت علی الشیخ وانباء براجازت محمول است، پس ایں ادنیٰ است از ماقبل وور مفرد وجمع نیز فرق است اگر بلفظ حدثنا واخبرنا گوید اشارت باں است کہ دیگراں ہم حاضراں بودند وہمہ را اخبار شد از شیخ واگر بلفظ مفرد باشد اشارت باآنکہ متکلم مفرد است در سماع از شیخ۔

"ابن عیینہ، امام بخاری اور بعض دوسرے محدثین نے حدیث، اخبار، سماع اور انباء یعنی حدثنا اخبرنا، سمعت وانبانا میں کوئی فرق نہیں فرمایا ہے چنانچہ متن بخاری میں بیان کیا جائے گا اور جمہور محدثین نے ان اصلاحات میں تفاوت کیا ہے ان میں اعلیٰ درجہ سماع کو حاصل ہے کیونکہ وہ خاص شیخ کے سماع پر محمول ہے اس کے بعد اخبار پھر انباء۔ نیز اخبار وانباء میں بھی فرق کرتے ہیں۔ اخبار قرأت علی الشیخ پر محمول ہے اور انباء اجازت پر۔ لہٰذا انباء اخبار سے ادنیٰ ہے اور مفرد اور جمع میں بھی فرق فرماتے ہیں اگر حدثنا اور اخبرنا فرمایا تو اس بات کی طرف اشارہ ہوگا کہ اس مجلس میں اور حضرات بھی تھے اور ان سب کو شیخ سے اخبار ہوا اور اگر لفظ مفرد سے ذکر ہو تو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ متکلم اپنے شیخ سے سماع میں اکیلا ہے۔"

آنحضرت ﷺ میانہ قد تھے، آپ ﷺ نہ تو بے ڈول دراز قامت تھے اور نہ ہی پست قد یعنی ٹھنگنے بلکہ اگر ایک جماعت میں آپ ﷺ کھڑے ہوتے تو یہ آپ ﷺ کا معجزہ تھا کہ حضور پُر نور شافع یوم النشور ﷺ تمام جماعت میں اونچے اور نمایاں دکھائی دیتے۔ امام بیہقی اور ابن عساکر روایت کرتے ہیں:

ان النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم لا یمشی مع جماعۃ

الا تمیز علیھم بقامتہ مھما کانوا طوالا و ھذا معجزۃ لہ

"یہ کہ نبی کریم ﷺ جب صحابہ کرام میں چلتے تو سب سے بلند وبالا دکھائی دیتے حالانکہ آپ ﷺ بہت دراز قد نہ تھے اور یہ آنجناب ﷺ کا معجزہ تھا۔"

عربی میں "الامھق" ایسی بہت زیادہ سفیدی کو کہتے ہیں جس میں سرخی کا شائبہ تک نہ ہو اور نہ ہی

اس میں چمک ہو اور یہ مذموم ہے۔ اگر ایسی سفیدی جو کہ سرخی سے ملی ہوئی ہو اور اس میں نور ہو تو وہ ممدوح ہے تو گویا آپ ﷺ کا رنگ مبارک چونے کی طرح سفید نہیں تھا کہ لوگوں کو معیوب دکھائی دے جیسے برص زدہ بلکہ حضور ﷺ کا رنگ مبارک دونوں رنگوں کا متوازن اور حسین امتزاج تھا جیسا کہ علماء فرماتے ہیں اس دنیا میں بہترین اور خوبصورت رنگ ”سفید سرخی مائل“ ہے اور آخرت کا بہترین اور خوبصورت رنگ ”سفید زردی مائل“ ہے۔ اسی لئے آپ ﷺ ان دونوں بہترین اور خوبصورت رنگوں کا مرقع تھے۔ آپ ﷺ کا رنگ مبارک نہ تو میالا اور نہ ہی بالکل گندم گوں تھا۔ آپ ﷺ کے بال مبارک حبشیوں کی طرح انتہائی گھنگریالے نہ تھے اور نہ ہی بالکل ایستادہ تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے چالیس برس کی عمر میں آپ ﷺ کو نبوت کا اعلان فرمانے کی ہدایت کی۔ علماء فرماتے ہیں کہ حضور پُرنور شافع یوم النشور ﷺ پیر کے دن پیدا ہوئے اور پیر کے دن آپ ﷺ پر وحی اتری۔ مدینہ منورہ پیر کے دن داخل ہوئے اور آپ ﷺ کا وصال مبارک بھی پیر کے دن ہی ہوا۔ جناب انس بن مالک فرماتے ہیں کہ ”مکہ مکرمہ میں دس برس تک قیام فرمایا“ یعنی نبوت کے اعلان فرمانے کے بعد اور رسالت کے اعلان فرمانے کے بعد تیرہ برس تک قیام رہا۔ اس لئے تمام علماء امت کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ ﷺ کا ہجرت فرمانے سے پہلے زمانہ نبوت و رسالت کا قیام مکہ مکرمہ میں تیرہ برس تھا۔ جناب ملا علی القاری رحمہ الباری بھی اس کی تاویل یوں ہی فرماتے ہیں:

و یحتمل ان الروی اقتصر علی العقد و ترک الکسر ولا خلاف
فی قولہ (کتاب جمع الوسائل فی شرح شمائل جلد اول)

”اور عرب کا یہ دستور ہے کہ وہ کسر کو چھوڑ دیتے ہیں۔“

یہ دور آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر مصائب و آلام کا دور تھا مگر اللہ اللہ! آپ ﷺ کا عزم راسخ، مضبوط استقلال اور یقین محکم تھا جس نے ان تمام مصائب و آلام پر قابو پا لیا۔ حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی لازوال قربانیوں اور آپ ﷺ کے بے پناہ عزم و استقلال کی نظیر دنیا بھر کے پیروانِ مذاہب و ملل میں نہیں ملتی۔ انس بن مالک فرماتے ہیں ”آپ

نے دس برس مدینہ منورہ میں قیام فرمایا'' یعنی ہجرت کے بعد آپ کا قیام مدینہ منورہ میں دس برس رہا۔ پیر یا جمعرات کے دن مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی۔ پیر کے دن مدینہ اول یعنی قباء میں تشریف فرما رہے، چوبیس دن یہاں قیام رہا۔ مسجد کی بنیا رکھی جسے مسجد قبا کہتے ہیں۔ یہاں سے مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے تو راستہ میں جمعہ کی نماز ادا فرمائی۔ یہ مسجد آج تک مشہور ہے۔ مدینہ منورہ کی طرف آپ ﷺ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے جھرمٹ میں اونٹنی پر سوار روانہ ہوئے۔ جب مدینہ منورہ پہنچے تو ہر ایک کی یہ خواہش تھی کہ یہ نورِ مجسم، صاحب خلق عظیم، پیغمبر اسلام ﷺ میرے مہمان ہوں۔

آپ نے معتقدین کا پُر خلوص اشتیاق دیکھ کر فرمایا کہ میری اونٹنی جس جگہ پر بیٹھ جائے گی وہیں قیام پزیر ہوں گا۔ چنانچہ اونٹنی جناب ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ آپ ﷺ نے مدینہ منورہ میں سب سے پہلے ابوایوب انصاری کے کلبہ احزان کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے بابرکت فرما کر قیام کا اعلان کر دیا۔ یہاں قیام کے دس برس آپ ﷺ نے تبلیغ اسلام، اعلائے کلمۃ اللہ، غزوات یا سرایا، امر بالمعروف ونہی عن المنکر، بیرونی ممالک کے وفود سے ملاقات اور بیرونی ممالک کو وفود بھیجنا، تزکیہ نفوس، تربیت صحابہ کرام، تعلیم حکمت اور عام انسانیت کو راہ ہدایت کی طرف دعوت دینے میں گزارے۔ اصح روایات کے مطابق آپ ﷺ کی عمر شریف تریسٹھ برس تھی۔ چالیس برس کی عمر شریف میں نبوت کا اعلان فرمایا۔ تیرہ برس بحیثیت نبی ورسول مکہ مکرمہ میں اور دس برس ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں قیام فرما کر واصل بحق ہوئے۔ بقول انس بن مالک ''جس وقت آپ ﷺ کا وصال ہوا تو آپ ﷺ کی داڑھی مبارک اور سر اقدس میں بیس بال مبارک بھی سفید نہ تھے۔''

حضرت علامہ شارح شمائل شریف مولانا مولوی قاضی محمد عاقل صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کی وجہ فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''بایدوانست کہ حکمت در کم بودن سفیدی موی حضرت آنست کہ اکثر اوقات زنان موی سفید را مکروہ می دارند واگر از رسولِ خدا کسے چیز را مکروہے دارد کافر شود نعوذ باللہ منہا۔ پس از برائے حفاظت ازواجِ مطہراتِ آنحضرت ایزد تعالیٰ او را از کثرت سفیدی نگاہ داشت---

واللہ اعلم (حلاوة المعلمین شرح شمائل شریف --- قلمی)

''یعنی حضور ﷺ کے سفید بال کم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ بسا اوقات عورتیں سفید بالوں کو ناپسند کرتی ہیں اور اگر حضور پاک ﷺ کی کسی بھی چیز کو ناپسندیدگی سے دیکھا جائے تو کفر ہے نعوذ باللہ منہا۔ لہٰذا آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کی محافظت کیلئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ ﷺ کے بالوں کو زیادہ سفید ہونے نہیں دیا۔''

حدیث نمبر ۲ حدثنا حمید بن مسعد البصری حدثنا عبد الوھاب الثقفی عن حمید عن انس بن مالک قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ رَبْعَۃً وَلَیْسَ بِالطَّوِیْلِ وَ لَا بَالْقَصِیْرِ حَسَنُ الْجِسْمِ وَ کَانَ شَعْرُہٗ لَیْسَ بَجَعْدٍ وَلَا سَبْطٍ اَسْمَرَ اللَّوْنِ اِذَا مَشٰی یَتَکَفَّاءُ

ترجمہ انس بن مالک سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کا قد درمیانہ تھا یعنی نہ تو دراز قامت تھے اور نہ ہی پست قد (ٹھنگنے)۔ جسم مبارک انتہائی خوبصورت تھا اور آپ ﷺ کے بال مبارک نہ بہت گھنگریالے تھے اور نہ ہی کھڑے، رنگ مبارک سنہری تھا۔ جب آپ ﷺ چلتے تو بغیر رکاوٹ (آگے کو جھکے ہوئے) کے چلتے تھے۔

حل لغات رَبْعَۃ --- الوسط بین الطول والقصر: نہ لمبا اور نہ پست، درمیانہ، معتدل القامت، اس کی جمع رَبعات اور رَبْعات آتی ہے، الربعة عطر فروش کا ڈبہ کہا جاتا ہے۔ ''فتح العطار ربعہ'': عطر فروش نے اپنا ڈبہ کھولا۔ حَسَن: بہترین، خوبصورت، خوشنما، مناسب۔ اَسْمَر: وہ رنگ جس میں سرخی اور سفیدی دونوں ملے ہوئے ہوں یعنی سنہری رنگ۔ یَتَکَفَّاء: بغیر رکاوٹ کے، آگے کو جھکا ہوا، قدم بقدم چلنا۔

تشریح آپ ﷺ میانہ قد تھے یعنی نہ ہی زیادہ لمبے اور نہ ہی پست بلکہ متوسط قد کے مالک تھے ''وَلَیْسَ بِالطَّوِیْلِ وَ لَا بَالْقَصِیْرِ' کا جملہ کان کیلئے بیانیہ ہے اور عطف تفسیری ہے، اسی مناسبت کی وجہ سے ''یعنی'' کے ساتھ ترجمہ کیا ہے۔

جسم سے مراد جسد ہے اور جسد بدن اور اعضاء کا نام ہے یعنی آپ ﷺ کا جسد مبارک انتہائی متناسب الاعضاء تھا۔ نہ تو موٹے تھے اور نہ ہی کمزور و ناتوان بلکہ آپ ﷺ کا وجود اطہر نہایت ہی مناسب دیدہ زیب اور نظر فریب تھا۔ آپ ﷺ کے رنگ مبارک میں سرخی اور سفیدی نمایاں تھی جس کی وجہ سے سنہرا پن دکھائی دیتا تھا۔ گویا صباحت اور ملاحت کا متناسب امتزاج تھا۔ صرف اس روایت میں اَسْمَرَ اللَّوْنِ آیا ہے اور ایک روایت میں ازھر اللون آیا ہے اور آپ ﷺ کے تقریباً پندرہ صحابہ کرام نے آپ ﷺ کو ابیض اللون سے موصوف کیا ہے۔ حضرت علامہ احمد عبدالجواد الدومی اپنی شرح میں تحریر فرماتے ہیں:

والتوفیق ان نقول: المراد بالسمرة الحمرة الخلوطة بالبیاض و ھذا یدخل فیه "ازھر اللون" و علی ذلک فلا تعارض ولا تناقض (الاتحافات الربانیه بشرح شمائل المحمدیه صفحه ۳۱، مطبوعه مصر)

"السمرة سے مراد سرخی کے ساتھ سفیدی ملی ہوئی ہے۔ ازھر اللون کے بھی یہی معنی ہیں لہٰذا کوئی تعارض یا تناقض نہیں ہے"

آپ ﷺ جس وقت چلتے تو اس میں غرور یا تکبر کا شائبہ تک نہ ہوتا بلکہ ایسا دکھائی دیتا کہ آپ گویا اوپر سے نیچے کی طرف آرہے ہیں۔ جناب علامہ ملا علی قاری رحمۃ الباری فرماتے ہیں:

ای یمیل الی قدام السفینة فی جریھا

"یعنی آگے کی طرف جھکے ہوئے جیسے چلنے میں کشتی نظر آتی ہے۔"

کشادہ کشادہ قدم اٹھاتے یعنی سینہ تان کر اکڑ کر نہ چلتے۔ نہایت ہی باوقار، عزتمندانہ اور پسندیدہ چال سے چلتے

رفتار ترا گر ملک از عرش ببیند

آید بزمین فرش کند بال و پر خود

حدیث نمبر ۳ حدثنا محمد بن بشار یعنی العبدی حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبه عن ابی اسحق قالت سمعت البراء بن عازب یَقُوْلُ کَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ رَجُلاً مَرْبُوْعًا بُعَیْدَ مَا بَیْنَ الْمَنْکَبَیْنِ عَظِیْمَ الْجُمَّةِ اِلٰی شَحْمَةِ اُذُنَیْهِ عَلَیْهِ حُلَّةٌ حُمْرَآءُ مَا رَاَیْتُ شَیْئًا قَطُّ اَحْسَنَ مِنْهُ

ترجمہ براء بن عازب کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا ﷺ درمیانہ قد آدمی تھے۔ دونوں شانوں کے درمیان فاصلہ تھا۔ آپ کے سرِ اقدس کے بال مبارک دونوں کانوں کی لو تک لمبے تھے۔ آپ ﷺ کا جوڑا سرخ رنگ کا تھا۔ میں نے آپ ﷺ ہی کو ہر چیز سے بڑھ چڑھ کر حسین پایا۔

حل لغات مَرْبُوْعًا: میانہ قد، معتدل القامة ، بُعَیْد اور بَعِیْد بھی آیا ہے۔ فاصلہ دوری۔ مَنْکَبَیْن: مَنْکَب کا تثنیہ ہے اور مَنَاکِب جمع ہے۔ کندھا، شانہ، شانہ کی ہڈی۔ اَلْجُمَّة : کندھوں پر لٹکے ہوئے بال، زلف، اگر کانوں کی لو تک ہوں تو انہیں لِمَّه کہتے ہیں اور اگر الجُمَّه سے کم ہوں تو ان کو وَفْرَہ' کہتے ہیں۔ شَحْمَة: کان کی لو، کان کا وہ مقام جہاں بالی پہننے کیلئے چھید کیا جاتا ہے۔ حُلَّة : جوڑا، کپڑوں کا جوڑا، لنگی اور چادر۔ حُمْرَاء: سرخ رنگ (دھاری والا)۔ قَطُّ : فقط، سوائے، ظرف زمان ہے اور استغراق ماضی کیلئے آتا ہے اور نفی کے ساتھ مختص ہے۔

تشریح جناب براء بن عازب فرماتے ہیں کہ "آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان فاصلہ تھا" یعنی سینہ مبارک چوڑا تھا مونڈھے پر مونڈھا چڑھا ہوا نہ تھا کہ کبڑا پن نظر آئے اور فرمایا "آپ ﷺ کے سرِ اقدس کے بال مبارک دونوں کانوں کی لو تک لمبے تھے" اگرچہ الجُمَّه کے معنی کندھوں پر لٹکے ہوئے بال یعنی زلف کے ہیں مگر یہاں پر " اِلٰی شَحْمَةِ اُذُنَیْهِ" کے قرینہ کی وجہ سے مندرجہ بالا ترجمہ کیا گیا اور فرمایا "آپ ﷺ کا جوڑا سرخ رنگ کا تھا" شارحین رحمہم اللہ علیہم اجمعین فرماتے ہیں کہ یہ خالص سرخ نہیں تھا بلکہ دھاری دار تھا۔ صاحبِ "لغات الحدیث" لکھتے ہیں

"یہ خالص سرخ نہ تھا بلکہ اس میں سرخ اور سیاہ دھاریاں تھیں" (جلد اول کتاب صفحہ ۱۲۶)

سرخ رنگ کا لباس مرد پہن سکتا ہے یا نہیں اس پر کافی بحث ہے۔ فقہاء نے مکروہ لکھا ہے لیکن یہ بھی لکھا کہ سرخ کپڑا دھاری دار ہو یا اس کا سوت رنگا ہوا ہو تو جائز ہے۔ ابن جریر طبری نے کہا ہے کہ مطلقاً جائز ہے مگر ثقاہت اور مروت کے خلاف ہے اور براء بن عازب فرماتے ہیں "میں نے آپ ﷺ کو ہر ایک چیز سے بڑھ چڑھ کر حسین پایا" سبحان اللہ! آپ ﷺ کی ذات ستودہ صفات کے ساتھ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی محبت، شیفتگی اور عشق کا کیا عالم ہے کہ کائنات خداوندی کے اندر اگر کسی کا حسن ان کی آنکھوں میں سما سکا تو وہ صرف اور صرف ذات اقدس، مجسمہ حسن و جمال، صاحب قاب قوسین او ادنیٰ، عالم ما کان وما یکون، خاتم النبیین، صاحب شفاعت کبریٰ، رحمت للعالمین، مومنوں کے رؤف و رحیم احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا نورانی وجود مبارک ہے۔

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

اے حسن تو در شکل بشر خوش بشرے نیست
خوبی کہ تو داری صنما در دگرے نیست

المواہب اللدنیہ میں الشیخ ابراہیم بن محمد الیجوری صفحہ ۱۶ پر تحریر فرماتے ہیں:

و قد صرحوا بان من كمال الايمان اعتقاد انه لم يجتمع فی بدن انسان من المحاسن الظاهرة ما اجتمع فی بدنه صلی الله علیه واله وسلم و مع ذالک فلم یظهر تمام حسنة والا لما طاقت الاعین رؤیته

"علماء محققین نے تصریح کردی ہے کہ کمال ایمان کے معتقدات میں سے ایک اعتقاد یہ بھی ہے کہ جو کچھ حسن ظاہر، حضور سراپا حسن و جمال ﷺ کے وجود مبارک میں جمع کردیا گیا تھا وہ کسی انسانی وجود میں ہرگز مجتمع نہیں ہوا۔ باوجود اس اجتماع حسن ظاہری کے جو حسن آپ ﷺ کا تھا پورا کا پورا ظاہر نہیں ہوا کیونکہ دیکھنے والوں کی آنکھوں میں اتنی طاقت ہی نہیں تھی کہ وہ اس حسن کو جی بھر کے دیکھ سکتے۔" (جاری ہے)

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جعفر شیرازی

برس رہے ہیں زمانہ پہ جس عطا کے پھول
میں چن رہا ہوں اسی شانِ مصطفیٰ کے پھول

جو میری زیست کی پہنائیوں کو مہکا دیں
حضور بخشئے مجھ کو وہ مسکرا کے پھول

کئے عطا جو مجھے آپ کی محبت نے
میں طاقِ زیست پہ رکھتا ہوں وہ سجا کے پھول

حضور آپ کا دیدار خواب ہی میں سہی
کھلا رہا ہوں میں کب سے اسی دعا کے پھول

وہ جا کے روضے کی جالی کو چوم آتی ہے
اسی لئے تو پرستار ہیں ہوا کے پھول

حضور آپ کی الفت ہے اور کیا ہو گا
میں اپنے سینے میں رکھتا ہوں جو چھپا کے پھول

وہ مدح خواں ہوں میں جعفرؔ حضور کا شب و روز
میرے لبوں پہ کھلے آپ کی ثنا کے پھول

قسط نمبر ۱۵

شہ لولاک معراج کے آئینہ میں

پرنسپل (ریٹائرڈ) الحاج صوفی مشتاق احمد صدیقی

حضور سرور کائنات ﷺ کی خدمتِ اقدس میں بعض غیر مسلم شعراء اور مفکرین نے انتہائی عقیدت ومحبت کے ساتھ تحسین و آفرین کے گلدستے پیش کئے ہیں۔ ذیل میں نظام حیدر آباد دکن کے سابق مدار المہام مہاراجہ سرکشن پرشاد شاد کے افکار گہر بار ملاحظہ کیجئے جو انہوں نے فارسی کے شہرۂ آفاق شاعر قدسی کے شعر

مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل وجاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

پر تضمین کے طور پر لکھے ہیں۔ بڑے پیارے اشعار ہیں ان میں ایک سچے اہل ایمان کے جذبات کی عکاسی کی گئی ہے۔ یہ اشعار سرمۂ بصیرت ہیں ان لوگوں کیلئے جن کے دلوں میں عشق نبی ﷺ کی بے پناہ چاہت ہے اور جو محبت رسول ﷺ کے بیکراں جذبے سے سرشار ہیں۔ کاش اہلِ ایمان ایک غیر مسلم کے پاکیزہ جذبات کی حلاوت اور طراوت سے قلب ونظر کو منور کر سکیں

پرتو ذات احد جلوۂ سرِّ عجبی
رو کشاں مہر حقیقت تو چہ عالی نسبی
چہ کنم وصف تو اے ہاشمی و مطّلبی
مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل وجاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

ترجمہ: اے رسول مکرم و معظم ﷺ! آپ ذات احدیت کی کبریائی کا حسین عکس ہیں۔ آپ خالق کائنات کے حیرت انگیز اسرار کا ایک دلفریب جلوہ ہیں۔ اے عالی نسب آقا! آپ حقیقت کے پردے

میں چھپے ہوئے آفتاب کے چہرے سے نقاب الٹنے والی ہستی ہیں۔ اے قبیلہ بنو ہاشم اور خانوادہ مطلبی کے چشم و چراغ! آپ کی تعریف میں کیسے بیان کرسکتا ہوں۔ اے مکی، مدنی اور عربی شہزادے میرا دل و جاں آپ پر قربان ہوں۔ آپ کے القابات حد درجہ بلند و بالا ہیں۔ میرے پاس ایسے الفاظ نہیں ہیں کہ آپ کے القابات کی عظمت بیان کرسکوں۔

از وجودِ تو شدہ جامۂ احرامِ عدم
چشم ہائے تو نمودہ اثر لا و نعم
از خرامِ تو بود رونق گلزارِ ارم
من بیدل بجمال تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمالست بدیں بو العجمی

ترجمہ: اے سرکار دو عالم ﷺ آپ کی ذات پاک کی بدولت کائنات کتم عدم سے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئی۔ عدم تنگی داماں کا شکار تھا۔ اپنے آپ کو برہنگی سے بچانے کیلئے حضور کی نظر کرم کی بدولت احرام کا لبادہ اوڑھا۔ آپ ﷺ کی چشم ہائے نرگسیں نے لا و نعم کے اسرار کی عقدہ کشائی کی۔ اے شہ خوباں آپ کے خرام ناز کی بدولت بہشت کے گلستاں کی رونق دوبالا ہوگئی ہے۔ مجھ سا ہیچ مداں آپ کے جمالِ جہاں آرا کو دیکھ کر حیرت و استغراق کے عالم میں کھویا ہوا ہے۔ اللہ اللہ! آپ کے جمالِ دلربا کی رعنائی اور دلفریبی اس قدر مسرت افروز اور محیر العقول ہے کہ جسے بیان کرنے کا یارا مجھ میں نہیں ہے۔

درد عشق تو بدل باد مرا اے دلبر
باد سودائے از آں زلف معنبر در سر
باد تصویر تو در دیدہ مرا شام و سحر
چشم رحمت بکشا سوئے من انداز نظر
اے قریشی لقبی ہاشمی و مطلبی

ترجمہ: اے میرے محبوب دلبر ﷺ! میرے دل کی یہ انتہائی خواہش ہے کہ آپ کے عشق کی تڑپ اور

کسک مجھے ہر وقت بے چین و بے قرار رکھے اور آپ کے دلآویز گیسوؤں کی معنبر و معطر زلف کی خوشبو کا جنوں میرے سر میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے سمایا رہے۔ اے شہ خوباں ﷺ آپ کے چہرہ انور کا دلفریب نقش میری آنکھوں میں شب و روز فروزاں رہے۔ اے رحمت للعالمین ﷺ! میری عاجزانہ التجا ہے کہ میری طرف نظر رحمت سے دیکھیں کہ آپ انتہائی بلند حسب و نسب کے مالک ہیں۔ لوگ آپ کو قریشی، ہاشمی اور مطلبی کے معزز لقب سے یاد کرتے ہیں۔

گرچہ گویند بُراقت ز سر خاک گزشت
کس نداند مگر از دانش و ادراک گزشت
وہ چہ در چشم زدن صاحب لولاک گزشت
شب معراج عروج تو ز افلاک گزشت
بمقامے کہ رسیدی، نرسد ہیچ نبی

ترجمہ: اے آقا ﷺ! کہنے والے کہتے ہیں کہ سفر معراج کے وقت آپ کا براق فرش زمین سے گزر کر عرش بریں کو گیا مگر کوئی بھی اس حقیقت کو نہ جان سکا کہ آقا و مولیٰ ﷺ عقل و دانش اور فہم و ادراک کی حدود و تحوز سے بھی بہت آگے گزر گئے۔

واللہ! یہ حقیقت ہے کہ میرے آقا و مولیٰ ﷺ، صاحب لولاک لما پلک جھپکتے ہی دانش و ادراک کی سرحدوں سے آگے گزر گئے۔ حضور سرکار دو عالم ﷺ سفر معراج کے دوران افلاک کی بلندیوں کو بھی پیچھے چھوڑ کر شاہراہ جمال الٰہی پر محو پرواز ہوئے اور حضور ﷺ ایسے مقام بلند پر پہنچ گئے کہ جہاں کوئی دوسرا نبی نہ پہنچ سکا۔ (حضرت عیسیٰ، حضرت موسیٰ، حضرت داؤد، حضرت سلیمان اور حضرت ابراہیم علیہم السلام پر اگرچہ ملکوت السماوات والارض کے بہت سے اسرار و رموز قدرت نے منکشف کر دیئے تھے مگر عین ذات کبریائی کا جلوہ صرف آقائے دو جہاں ﷺ کو نصیب ہوا)۔

جلوۂ حق چو شدی اے شہ والا درجات
گشت پیوستہ بیک آئینہ ذات و صفات

حبذا برزخ کبریٰ سکون و حرکات

ما ہمہ تشنہ لبانیم توئی آب حیات

رحم فرما کہ ز حد میگزد تشنہ لبی

ترجمہ: اے شاہ والا درجات آپ ﷺ جب جلوۂ حق تعالیٰ کا مظہر بن گئے تو ایک آئینہ ذات وصفات کی مانند حق تعالیٰ کے ساتھ "من تو شدم تو من شدی" کے مصداق ہو گئے ہیں۔ مرحبا اے آقا ﷺ! آپ سکون و حرکات کے درمیان برزخ کبریٰ کی مانند ہیں۔ حضور! ہم آپ کے نام لیوا پیاسے ہیں۔ آپ سراپا آب حیات ہیں۔ آپ کی خدمت اقدس میں التجا ہے کہ ہماری تشنہ لبی کا مداوا کیجئے۔ پیاس نے ہمیں ازحد پریشان کر رکھا ہے۔

ساقی کوثر و تسنیم عطا کن یک جام

تا بمانم ز مئے عشق تو سر مست مدام

حسرت لذت آزاد شود نیک انجام

نخل بستان مدینہ ز تو سرسبز مدام

زاں شدہ شہرہ آفاق بہ شیریں رطبی

ترجمہ: اے میرے آقا ﷺ! آپ کو جنت کی سدابہار نہروں کوثر و تسنیم کے پانی کی تقسیم کرنے کا اعزاز حاصل ہے۔ آقا! مجھے اپنے دست مبارک سے ایک جام عنایت کیجئے تا کہ آپ کے عشق کی شراب پی کر میں ہمیشہ کیلئے مست و بے خود ہو جاؤں اور دکھ کی لذت کی حسرت کا انجام نیک ہو جائے۔ رب کائنات سے میری التجا ہے کہ حضور کے دم قدم کی برکت سے گلزار مدینہ کا شجر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے سرسبز و شاداب رہے۔ یہ حضور نبی کریم ﷺ کی برکات کا ثمر ہے کہ مدینہ کے درخت کا پھل دنیا بھر میں اپنی شیرینی اور خوش ذائقگی کے لحاظ سے مشہور ہے۔

کیمیا ہست حیاتِ تو بنی آدم را

زندگی ہست ثباتِ تو بنی آدم را

حق کجا داد صفاتِ تو بنی آدم را

نسبتے نیست بذاتِ تو بنی آدم را

برتر از آدم و عالم تو چہ عالی نسبی

ترجمہ: اے آقا و مولیٰ ﷺ! آپ کی حیاتِ طیبہ عالمِ انسانیت کے دکھ درد دور کرنے کیلئے کیمیا ک
رکھتی ہے۔ آپ کی مبارک زندگی انسان کی ناکام اور فانی زندگی کیلئے مشعلِ ہدایت ہے۔ اللہ تعالیٰ
آپ کی حیاتِ طیبہ میں جو صفات عالیہ ودیعت کر رکھی ہیں وہ عام انسانوں کو عطا نہیں کی گئی ہیں۔ ا
انسان کو آپ کی ذاتِ گرامی کے ساتھ ہلکی سی نسبت بھی نہیں ہو سکتی۔ اے آقائے عالی نسب آ
صرف عالم انسانیت بلکہ تخلیقاتِ الہیہ کے ہر نوع اور صنف سے برتر و بالا ہیں۔

شد نہ اوصاف تو تحریر ازاں رو خجلم

بے گل مدح و، چوں غنچہ فسردہ است دلم

اللہ اللہ کجائی و کجا آب و گلم

نسبت خود بہ سگت کردم و بس منفعلم

زاں کہ نسبت بہ سگ کوئے تو شد بے ادبی

ترجمہ: اے میرے آقا ﷺ! میں بہت شرمندہ ہوں میں آپ کے اوصاف حمیدہ رقم نہیں کر سک
کی مدح وستائش کے بغیر میرا دل اک غنچہ ناشگفتہ کی مانندِ افسردہ و دلگیر ہے۔

میں اپنی عجز و درماندگی کا اعتراف کرتے ہوئے عرض کرتا ہوں کہ کجا آپ کی ذات پاک
اور کجا یہ بندہ ناچیز۔ میں اپنی نسبت آپ کے در کے کتے سے کرتا ہوں۔

لیکن اس جسارت پر بھی شرمندہ ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ کے کوچہ کے کتے سے نسبت
لئے باعثِ بے ادبی ہے۔

چشم بد دور ز رویت شدہ عالم پُر نور

ہست مشتاقِ جمالِ تو چہ انساں و چہ حور

بر فلک عیسیٰ و موسیٰ بہ تمنا سر طور

ذاتِ پاکِ تو دریں ملک عرب کرد ظہور

زاں سبب آمدہ قرآں بزبان عربی

ترجمہ: نظر بد دور اے آقا ﷺ! آپ کے رخِ انور کا عکس جب کائناتِ عالم پر پڑا تو کائنات کا ذرہ ذرہ فرطِ انوار سے چمک اٹھا۔ اے آقا ﷺ! آپ کے جمالِ جہاں آرا کی چاہت نہ صرف انسانوں بلکہ حور وغلمان کے دل میں بھی پائی جاتی ہے۔ آسمانوں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور کوہِ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی آپ کی چاہت کے متمنی تھے۔ اے آقائے محترم ﷺ! آپ کی ذاتِ گرامی صفات سرزمین عرب میں جلوہ افروز ہوئی اس لئے رب کائنات نے اپنی مخلوق کی ہدایت کیلئے قرآن مجید فرقان حمید عربی میں نازل فرمایا۔

یا نبی مونس جان و دل عشاق توئی

خاک راہ تو شوم ہست تمنائے دلی

شاد ہر وقت کند ذکر تو ہمچوں قدسی

سیدی انت حبیبی و طبیب قلبی

آمدہ سوئے تو قدسی پے درماں طلبی

ترجمہ: اے نبی محترم ﷺ! آپ اپنے چاہنے والوں کے دل وجان کیلئے مونس وہمدم ہیں۔ میرے دل کی تمنا ہے کہ جس راہ پر آپ گامزن ہوں مجھے اس راستہ کی مٹی بننے کا اعزاز حاصل ہو جائے تاکہ آپ کے پائے مبارک کے لمس سے میں سرخرو و سرفراز ہو جاؤں۔ آقائے من! آپکا غلام شادؔ ہر وقت قدسیؔ کی طرح آپ کا ذکر خیر کرتا رہتا ہے۔ میرے آقا، میرے سردار! آپ ہمارے محبوب ہیں اور ایسے طبیب کی مانند ہیں جو دل حزیں کا معالج ہے۔ اسی لئے قدسیؔ رنجور آپ کے پاس مداوئے دردِ دل کیلئے آیا ہے۔

ولیؔ فارسی زبان کے مشہور ومعروف شاعر اور ایک نغز گو مداح رسول ﷺ ہیں۔ انہوں نے حضور سرکار دو عالم ﷺ کے سراپا بالخصوص رخ انور، ابروئے مبارک، گیسوئے پاک کی تعریف جس عقیدت

اور محبت کے ساتھ کی ہے وہ لائق ستائش ہے، ملاحظہ کیجئے

سرِّ سلسلہ اہل جنوں روئے محمد | محراب عبادت خم ابروئے محمد

یعنی چہرہ زیبائے سیدنا محمد ﷺ رہوران طریق عشق وجنوں کے سلسلہ کا راز داں ہے اور آقائے نامدار حضرت محمد ﷺ کے ابروئے خمدار صاحبان عشق ومحبت کیلئے عبادت کدہ کا درجہ رکھتے ہیں۔

خورشید سپہرائے حذ روئے محمد | سرچشمہ صفائے صمدے روئے محمد

یعنی خورشید حضور انور ﷺ کے چہرہ مقدس کے عکس کی بدولت درخشندہ وتابندہ ہے اور حضور ﷺ کا چہرۂ انور ذات بے نیاز صمدیت کی عظمت اور تقدس کا مظہر ہے۔

خورشید بزیرِ زمیں از شرم رود زود | چوں جلوہ دہد روشنی روئے محمد

یعنی جس لمحہ کہ سرکار مدینہ ﷺ کا چہرہ انور دنیا کو اپنی تابندگی سے خیرہ کرتا ہے تو خورشید جہاں تاب شرم کے مارے اپنا چہرہ مطلع غرب کے نیچے جلد چھپا لیتا ہے۔

ہرگز نہ مرا سیم ز خورشید قیامت | چوں سایہ داریم ز گیسوئے محمد

یعنی میں قیامت کے روز خورشید کی حرارت سے ہرگز پریشان نہیں ہوں گا کیونکہ میرے سر پر سرکار مدینہ حضور پُرنور ﷺ کی زلف ہائے عنبریں کا سایہ ہوگا۔

والشمس کنایت بود از روئے محمد | واللیل اشارت کند از موئے محمد

یعنی قرآن پاک میں والشمس کے الفاظ کا اشارہ حضور پاک ﷺ کے رخ انور کی طرف ہے اور واللیل کا اشارہ حضور اکرم ﷺ کے موئے مبارک کی طرف ہے۔

بر باد دھند خرمن صد طبلہ عنبر | یک نفحہ رسد گر ز دو گیسوئے محمد

یعنی اگر حضور پاک ﷺ کے گیسوئے معنبر کی ایک ہلکی سی مہک میسر آجائے تو مشک وعنبر کے بھرے صدہا طنبورے اس کی دلنواز مہک کے آگے بے وقعت ہو کر رہ جائیں۔

تا گل بچکاز عرق روئے محمد | شد بلبل جاں شیفتۂ روئے محمد

یعنی اگر رخ انور ﷺ کے پسینہ کے قطروں سے پھول منصہ شہود پر جلوہ گر ہو جائیں تو عاشقان رسول

کریم کا دل و جاں (یعنی بلبل جاں) روئے محمد ﷺ پر فریفتہ ہو جائے۔

صد شوکت جمشید، سلیمانی و داؤد | آنکس کہ بجاں گشت سگ کوئے محمد

یعنی وہ خوش نصیب کہ جس نے سگِ کوچہ سرکار دو عالم ﷺ ہونے کا شرف حاصل کیا اس کے سامنے ایرانی شاہنشاہ جمشید، عظیم المرتبت انبیاء حضرت سلیمان اور حضرت داؤد علیہما السلام کی شان و شوکت، دبدبہ وطنطنہ ہیچ ہے۔

در عالم لاہوت تماشائے جمالش | در کشور ناسوت ہیا ہوئے محمد

یعنی وہ صاحبان بصیرت جو عالم لاہوت (یعنی مقام فنا فی اللہ) میں محو استغراقِ جلوہ ربانی ہوتے ہیں ان کیلئے حضور سرکار دو عالم ﷺ حسن و جمال الٰہی کا ایک دلکش نمونہ ہیں اور عالم ناسوت (یعنی کائنات عالم) کی وسعتوں میں ہر طرف سید عالم ﷺ کی عظمت، بزرگی اور تقدس کا چرچا ہے۔

بیچارہ ولی کیست کہ مدحش بسراید | چوں ہست خدا مدح و ثنائے گوئے محمد

یعنی اے آقا و مولیٰ ﷺ! ولی بیچارہ کیا ہے اور اس کی بساط کیا ہے کہ وہ حضور کی مدح سرائی کر سکے جب خود خالق ہست و بود اپنے محبوب معظم ﷺ کی مدح و ثنا میں رطب اللسان ہے

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَ نَبِيِّكَ وَ رَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا

(تحفۃ العشاق، صفحہ ۴۵-۴۶، غزل ولی)

حضور سرکار مدینہ ﷺ کا ایک عاشق مولانا سید محمود حسن اسرائیلی (سابق ایڈیٹر روزنامہ ہمدردی) حبیب کبریا کے آستانہ عالیہ پر جوگی کی مانند جھولی پھیلائے عرض کرتا ہے۔

مدت سے ہوں آس لگاتا | اور آیا ہوں ٹھوکریں کھاتا

اک مٹی بھوجن من بھاتا | دے بھکشا یثرب کے داتا

یعنی اے یثرب کے داتا ﷺ! میں بڑی مدت سے آپ کی ذات گرامی سے امید لگائے بیٹھا ہوں۔ دور

دراز سے ٹھوکریں کھاتا آپ کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہوا ہوں۔ التجا ہے اک مٹھی بھر کھا جا عطا کیجئے جو کھا کر جی کو قرار آ جائے۔ اے یثرب کے سخی داتا ﷺ! اپنے گدا کو بھیک عطا کیجئے کہ دلِ بے قرار کو قرار نصیب ہو جائے۔

مٹھی بھر دے مٹھی بھر دے	میں نہیں کہتا جھولی بھر دے
دے بھکشا یثرب کے داتا	جس مٹھی میں جگ ہے سماتا

یعنی میرے آقا! میں یہ گزارش نہیں کرتا کہ میری جھولی ساری کی ساری بھر دے بلکہ میری التجا یہ ہے کہ اپنی رحمت، شفقت اور عنایت کے بے پایاں خزانے سے صرف ایک مٹھی بھر محبت کے پھول عطا فرمائیں کیونکہ آپ کی مٹھی میں بفضل خدا دنیا بھر کیلئے محبتیں اور نعمتیں ہیں۔ اے یثرب کے داتا اپنے بھرپور خزانوں سے مجھے بھیک عطا کر دے تا کہ دل ناصبور کو چین نصیب ہو جائے۔

مکھ پر موتی بن بن ڈھلکیں	راتوں نین کے چھاگل چھلکیں
دے بھکشا یثرب کے داتا	ہوں میں سندر ہار بناتا

یعنی رات بھرپورے مشکیزے کے برابر دل ناصبور وصل یار کی آرزو میں آنسو بہاتا ہے۔ عقیدت و محبت کے یہ آنسو چہرے پر موتی بن کر ڈھلکتے رہے اور

قطرے میری جبیں سے عرق انفعال کے	موتی سمجھ کے شان کریمی نے چن لئے

ان درہائے نایاب سے ایک پیاری سی مالا پرونا چاہتا ہوں تا کہ اسے زیب گلو کر کے میں اپنی بخشش کا وسیلہ بنا سکوں۔ اے یثرب کے سخی مجھے عنایت کی بھیک عطا کر۔

سب سے اونچا تیرا دوارا	تو بطحا کا راج دلارا
دے بھکشا یثرب کے داتا	راجا تک ہے سیس نواتا

یعنی اے آقا! تو مملکت بطحا کا راج دلارا ہے۔ تیرا در سب سے اونچا اور محترم ہے۔ راجے مہاراجے تیرے در کے آگے جبیں نیاز خم کرتے ہیں۔ اے آقا مجھ ناچیز کو بھی اپنے خزانے سے بھیک عطا کر کہ تیرا گدا کسی کا زیر بار احسان نہیں ہونا چاہتا۔

آقہ من نگہ دار آبروئے گدائے خویش | آنکہ ز جوئے دیگراں پر نہ کنند پیالہ را

جی میرا امرت جل کو ترسے | تیرے دیس وہ بادل برسے
جو ہے من کی پیاس بجھاتا | دے بھکشا یثرب کے داتا

یعنی اے میرے آقا! میرا دل آب حیات کیلئے ترس رہا ہے۔ یقیناً آپ کے دیس میں وہ بادل برستا ہے جو ہر ذی روح کے من کی پیاس بجھاتا ہے۔ اے میرے آقائے یثرب کے داتا ﷺ! مجھے بھیک عطا کر کہ میری تشنگی دور ہو جائے۔

اب محمودؔ نہ آئے نہ جائے | وہ بیٹھا ہے دھونی رمائے
اس جوگی کو کچھ مل جاتا | دے بھکشا یثرب کے داتا

یعنی اے آقا ﷺ! اب تو محمودؔ کو کہیں آنے جانے کی سدھ نہیں ہے وہ تو آگ کا الاؤ جلا کر سادھوؤں کی طرح دھونی رمائے بیٹھا ہوا ہے۔ اے آقا ﷺ! آپ کی نظر عنایت ہو جائے تو محمودؔ کو کچھ خیرات مل جائے۔ اے یثرب کے والی سادھو کی جھولی میں بھیک ڈال دے۔

(ختم الرسل صفحہ ۲۵، جوگی کی صدا از مولانا سید محمود حسن اسرائیلی)

سید ضمیر جعفری مزاحیہ شاعری میں ایک منفرد مقام کے حامل شاعر ہیں۔ نعتیہ شاعری میں بھی انہوں نے خاص و عام سے خراج تحسین حاصل کیا ہے ملاحظہ کیجئے نعت رسول مقبول ﷺ سیف الملو کی لہجہ میں

جس کی ذات حیات کی شوبھا جس کا نام اجالا
سب سنسار کا صاحب سائیں کالی کملی والا

یعنی جس پاک ہستی کے طفیل حیاتِ انسانی کو حسن و جمال کی چمک دمک ملی، جس درخشاں ہستی کا نام اجالا (روشنی) ہے وہی پیارا کالی کملی والا کائنات کا آقا و مولیٰ ہے۔

ذہن کو دی شادابی جس نے، لفظوں کو توقیریں
ہوس قفس کے قیدی چھوٹے ٹوٹ گئیں زنجیریں

یعنی جس ذات پاک نے ذہنوں کی افسردگی دور کر کے ان کو سرسبز و شاداب کیا اور الفاظ کو لذت توقیر سے

آشنا کیا اس کی تشریف آوری سے ہوا و ہوس اور کفر و شرک کے پنجروں میں بند قیدی آزاد ہو گئے اور ننگِ انسانیت زنجیریں ٹوٹ گئیں۔

موتی موتی بادل جس نے بن پر دھن برسایا
چاندنیوں کا دریا جس نے ہر پیاسا دریابا

یعنی اس برگزیدہ شخصیت نے جنگل و ریگزاروں پر بادلوں سے موتیوں کی مانند پھوار برسائی۔ آپ سنہری اور روپہلی چمک والے ایسے دریا ہیں جس نے دھرتی کے سینے پر ہر پیاسے کو بے پناہ سیرابی کا ذائقہ چکھایا۔ اس اجمال کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ عرب کی بنجر و سنگلاخ سرزمین جو کفر و شرک اور معصیت و عدوان کی تپش کی وجہ سے سخت پیاسی تھی اسے حق و صداقت اور رشد و ہدایت کی بارانِ رحمت کی اشد ضرورت تھی۔ حضور سرکار دو عالم ﷺ کی بعثت سے جزیرہ نمائے عرب کی قسمت جاگ اٹھی۔ سنگلاخ اور بے آب و گیاہ زمین پر رحمت خداوندی کی بارش یوں برسی کی نیکی و تقدس کے گلہائے رنگین سے کائنات لالہ زار بن گئی۔

سائل کو کب خالی بھیجے یثرب کا چن ماہی
جس نے اس کو چاہا لوگو پائی جو شے چاہی

یعنی یثرب کا حسین و جمیل شاہزادہ اپنے در سے کسی کو بھی بے نیل و مرام نہیں لوٹاتا۔ جس نے بھی سچے دل سے حضور سرکار دو عالم ﷺ کو چاہا (یعنی آقا ﷺ کی اطاعت کی) تو اسے مالک کن فیکون نے وہ سب کچھ دیا جس کی اس نے تمنا کی ہے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے عاشق صادق کیلئے رب کائنات کی زبان سے جس انعام کا ذکر کیا ہے وہ یوں ہے

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں
گلے لگائے درد پرائے غیروں کو اپنایا
انسانوں کو انسانوں کے درجے پر لے آیا

یعنی میرے آقا ﷺ نے اپنے اور غیروں کے دکھ درد کو بھی انتہائی اعلیٰ ظرفی کے ساتھ گلے لگایا۔ ان کے ذہن سے اجنبیت کا تصور ہٹا کر اپنا بنا لیا۔ انسان جو صدیوں کی گمراہی کے باعث احسن تقویم کے مقام سے گر کر اسفل سافلین کی گہرائیوں میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے تھے حضور سرکار دو عالم ﷺ نے ان کو پھر سے اشرف المخلوقات کے بلند مقام پر پہنچا دیا۔

اس کی راج سبھا میں سب سے اونچی مسند والے
جن چہروں پر گرد جمی تھی جن ہاتھوں پر چھالے

یعنی آقا ﷺ کی پاک مجلس میں جن برگزیدہ ہستیوں کو عظمت اور شرف کا بلند ترین مقام نصیب ہوا وہ اللہ والے گدڑی پوش خاک نشین تھے۔ جنہوں نے اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کے حکم پر سخت سے سخت کام کرنے سے بھی دریغ نہ کیا۔ وہ تعمیل ارشاد کو باعث فخر سمجھتے تھے خواہ اس میں ہاتھوں اور پاؤں پر چھالے ہی کیوں نہ پڑ جاتے بلکہ اگر جان کی بازی بھی لگانی پڑ جاتی تو وہ اللہ والے حضور ﷺ کے جاں نثار اسے اپنی خوش نصیبی اور سعادت سمجھتے۔

اس کے حرف کی حرکت ہی نے در سینوں کا کھولا
اس کے نطق کی برکت ہی سے گونگا انساں بولا

یعنی یہ آقائے دو جہاں ﷺ کے اسم گرامی کی برکت کا اعجاز ہے کہ اس کا ورد کرتے ہی سینہ کا بند دروازہ کھل جاتا ہے یعنی سینہ کے اندر چھپے ہوئے علم و عرفان کے مخفی خزانے ظاہر ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ یہ حضور کے اسم گرامی کی کا اعجاز ہے کہ مجھ جیسا ہیچ مدان اور گونگا انسان بھی حضور ﷺ کی مدحت بیان کرنے کے قابل ہوا۔

(جاری ہے)

گزشتہ سے پیوستہ

بلگرامی صاحب کا

نوجوانوں کے نام پیغام

(خیرُ القرونِ قرنی)

بعد نبوت نور مبین ﷺ کی مکی زندگی اور عرفانِ حقائق

آؤ!

ذرا غور سے اس مکی زندگی پر ایک مختصر نظر ڈالیں، یہ وہی دور ہے جس میں ایمان کی بنیادیں ڈالی گئیں، اہل ایمان کے بھروسے اور حبِ رسول مقبول ﷺ کے لامتزلزل ستون قائم کیے گئے اور حسن عمل کے بلند ترین معیار کا تعین ہوا۔

ہر چند کہ یہ مکی دور ''وَلِرَبِّکَ فَاصْبِرْ'' کا دور ہے لیکن یہ وہ صبر ہے جو شکر کے انداز لئے ہوئے ہے اور انداز ہی نہیں بلکہ اس کے ثبوت فراہم کر رہا ہے۔ جو لوگ اس دور میں مشرف بہ اسلام ہوئے انہیں تکلیفوں اور اذیتوں سے دوچار ہونا پڑا۔ گرم ریت پر لٹائے گئے، آگ کی دھونیاں ناک میں دی گئیں، گرم پتھر ان کے سینوں پر رکھے گئے، جلتے ہوئے انگاروں پر انہیں لٹایا گیا، سڑکوں پر انہیں کھینچا گیا لیکن عزم، حوصلہ و ایمان کے وہ پہاڑ اپنی جگہ پر قائم رہے اور ان کی زبانوں پر ''احد، احد'' کی سوا کچھ نہ تھا۔

گویا یہ وہ بزرگ ہستیاں تھیں جنہوں نے کسی (ﷺ) کی نظر التفات کے صدقے میں پہلے ہی مرحلہ میں قرآن مجید ختم کر لیا اور کسی ''قل'' کے کہنے والے کے طفیل خود سورہ اخلاص کی تنویر بن گئے۔

سبحان اللہ!

واضح رہے کہ

یہ ان ہستیوں اور روشن چراغوں کا دور ہے جنہوں نے خود آگ میں جل کہ ظلمتوں کو چھانٹا اور ان پاک مومن و مومنات کا دور تھا جن کے دلوں میں باوجود تمام دشنام طرازیوں اور اذیتوں کے حضور نبی اکرم ﷺ کے متعلق کوئی وسوسہ تک نہ آیا۔

اس دور نے عبادت و عبدیت کے معیار قائم کیے اور اخلاق و اخلاص کے جواہر پاروں سے عالم انسانیت کو بہرہ مند کیا۔ اللہ تعالیٰ کا کلام حضور پاک ﷺ کی زبان سے نکلتا لیکن ان کی رگ وپے میں سرایت کر جاتا۔ یہ قرآن مجید میں سے گزرتے، قرآن مجید ان میں سے گزرتا۔ یہ شاہدِ رسول مقبول ﷺ بھی تھے اور شاہدِ انوارِ قرآن حکیم بھی۔

اور---اور--- خالصتاً اللہ تعالیٰ کے بندے، جانثار نبوت، پروانہ شمع رسالت اور پرستار توحید باری تعالیٰ۔ انہوں نے کلمہ پڑھا ہی نہیں خود کلمہ بن گئے۔ ان کا باطن لا الٰہ الا اللہ کی جلوہ گاہ بنا اور ان کا ظاہر مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ کا آئینہ دار۔ ان کا ظاہر و باطن ایک جیسا ہونے میں کبھی فرق نہ آیا۔ انہوں نے کلمہ کے ٹکڑے نہ ہونے دیئے۔ توحید مطلقہ پر ان کا ایمان رہا۔ یہ وہ بزرگ ہستیاں ہیں جن کے تصور ہی سے "سبحان اللہ" زبان پر جاری ہو جاتا ہے۔ حرم کے مرقع نظر میں گھوم جاتے ہیں اور مسجدوں سے اٹھتی ہوئی "اللہ اکبر" کی صدائیں فضا میں روح بلالی ؓ کی گلاب پاشی کر جاتی ہیں۔

یاد رہے!

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا یہ ضبط وتحمل اور صبر و استقلال انعکاس محمدی ﷺ کے باعث تھا۔

اور یہ سب کیا تھا؟

فیضانِ نبوت وہی انوارِ شمع عرفاں۔ جس کی یہ معزز ہستیاں، مرد و زن رضی اللہ تعالیٰ عنہم پروانے بنے ہوئے تھے۔

وَصَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَسَلَّم

یہی وہ نبی مکرم ﷺ ہیں جنہوں نے اپنی ذاتِ مبارکہ میں رسالت اور عبدیت کے انوار بیک وقت سمو لئے۔ مقام عبدیت میں اپنے رب کے حضور اپنی عبدیت کا اظہار عجز، انکسار، گریہ وزاری کے ساتھ صورت سوال بن کر کیا اور اس کی مخلوق اور اپنی امت کے سامنے اپنی رسالت، اپنے پیغام کی صداقت کا ہر حال میں ثبوت دیا۔ قولاً، فعلاً، عملاً اور نوراً۔ جس پر حضور پاک ﷺ کے ارشادات اور معجزات آج بھی شاہد ہیں۔ اور اس دور میں بھی سب کا حق اسی مکہ مکرمہ میں ادا کیا گیا جسے ظلم و بے کسی و بے بسی کا دور کہا جاتا ہے۔

اس تیرہ (۱۳) سال کے دور میں جو لفظ ''اَحَد'' کے عدد سے ہم عدد ہے، اللہ جل شانہ کی شان یکتائی پر ایمان لانے والوں نے وہ نمونے پیش کئے کہ یقیناً فرشتوں کو پہلی بار اپنے رب کے فرمان پر کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو، ایک روحانی مسرت و فخر کا احساس ہوا ہوگا۔ یہی وہ دور ہے جس میں محدود کی سرحدوں کو توڑ کر لا محدود سے منسلک کر دیا گیا، جنت مومن کی قیام گاہ بن گئی۔

واضح رہے کہ یہ دور علم اجمالی کا تھا۔ ابھی اس نور مبین ﷺ کے وہ اہم پہلو جلوہ گر ہونے کو باقی تھے جن کے باعث معراج سے واپسی ہوئی تا کہ کارِ نبوت کی تکمیل ہو، توحید مطلقہ کی عملی صورتیں انفرادی اور اجتماعی زندگی میں آشکارا ہوں اور تا قیام قیامت مسلمانوں کی زندگی سے متعلق ہر پہلو کیلئے راہوں کا تعین ہو جائے، جو مدنی زندگی میں ہوا۔

اور

ابھی اسی سرزمین مکہ مکرمہ سے اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کا مژدۂ جانفزا اللہ رب العزت کے دربار سے ہونا باقی تھا۔

یہ وہ دور ہے جس میں ہجرت کے انوار نے سرفرازی بخشی گئی

(''نور مبین'' سے اقتباس ختم ہوا)

لیکن مدینہ منورہ کی زندگی کچھ اور ہی ہے

یہاں توحید کے جلوے عام کرنے کے ساتھ انداز صبر و شکر بدل جاتا ہے۔ کہیں مجاہدہ ہے، کہیں

غزوات۔ غزوات بھی متعدد قسموں کے ہیں: غزوہ حنین کی طرح، غزوہ احد کی طرح، غزوہ خندق کی طرح۔ جانثار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو بقا اور تحفظ کے عمل سے آگاہ کرنا، جذبۂ شہادت سے قلوب کو منور کرنا، ان میں دلجوئی کا جذبہ پیدا کرنا، تیمارداری و تعزیت کے آداب سکھانا، دلوں کی صفائی کرنا اور کیفیات ایمانی سے منور کرنا، اسلام کی دعوت دینا اور باہر کے ملکوں میں وفد بھیجنا۔

اس سب کچھ کے ساتھ یادِ الٰہی اور محبتِ رسولِ کریم ﷺ جو ایمان کا جزو ہے، اس کیلئے تیار کرنے کے ایمان پرور مناظر جاری ہیں یعنی نماز پنج گانہ ذوق وشوق سے، لگن سے اور اخلاص سے جاری ہے۔ میدانِ جنگ میں مجاہدوں کی ایک صف کفار کے خلاف نبرد آزما ہے اور دوسری صف سجدہ میں اپنے معبود سے مصروفِ کلام۔

یہ سلسلہ مومنوں کے قلوب کو نورِ ایمان سے منور کرنے اور رکھنے کیلئے نصف رات کے بعد ہی شروع ہو جاتا۔ ابھی صبح صادق نہیں ہوئی لیکن سرور کائنات ﷺ اور ان کے اہلِ بیت علیہم السلام، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، مومنین اور مومنات نماز تہجد میں مشغول ہیں۔ بارگاہِ رب العزت میں سربسجود، گوشہ چشم سے آنسو جاری، تسبیح وتہلیل میں مصروف ہیں کہ صبح صادق ہو جاتی ہے اور مدینہ منورہ کی فضائیں اللہ اکبر کی صداؤں سے گونج اٹھتی ہیں۔

گویا اذان کے ساتھ ہی روح بلالی نے قلوب میں ایک نئی زندگی پیدا کر دی۔ ان مسلمانوں نے مسجد کا رخ کیا، صفیں قائم ہوئیں۔ جہاں مقتدی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہوں اور امام خود سرور کائنات ﷺ --- اس نماز باجماعت کی پر انوار کیفیات کا بیان کیسے ہو! یہ عبادت بھی تھی، تربیت قلب وروح بھی اور اسلامی زندگی کی مجموعی وفاداریوں کی آئینہ دار بھی۔

نماز فجر، مغرب اور عشاء میں تلاوت بالجہر (یعنی سنائی دی جانے والی آواز میں) ہوئی صبح کی نماز میں بالخصوص اسرار حضوری کھلتے ہیں، حضور اکرم ﷺ بڑی بڑی سورتیں تلاوت فرماتے، کبھی سورہ البقرہ شروع ہوتی جو تقریباً ڈھائی پاروں پر مشتمل ہے۔ صحابہ کا خیال ہوتا کہ شاید اب حضور انور ﷺ رکوع فرمائیں گے لیکن شیرینی کلام میں محو نبی رحمت ﷺ سورہ آل عمران شروع فرما دیتے ہیں۔ یہ اصحاب

ہیں جن کی زبان عربی ہے اور قرآنی تعلیمات جن کی رگوں میں لہو بن کر دوڑ رہی ہیں۔ اور امام وہ ہیں جن کے سینہ اقدس پر ان آیات کا نزول ہوا یعنی رسول عربی ﷺ۔

سوچئے! جہاں ان کیف آور فضاؤں میں زندگی کے مختلف شعبوں سے متعلق آیات کی تلاوت کی جاتی ہوگی، تو اس کی کیف سامانیاں تعلیمی اور تربیتی اہمیت، جلال و جمال قرآنی اور اس کی بشارت و تنذیر کا اثر قلوب پر کیا ہوتا ہوگا۔ کیا یُزَکِّیکُمْ وَ یُعَلِّمُکُمُ الْکِتٰبَ وَ الْحِکْمَۃَ کا اس سے بہتر کوئی وقت ہو سکتا ہے؟ یہی تو وہ نمازیں تھیں جو پانچ وقت صحت عقائد، حسن معاشرہ، تہذیب نفس اور تزکیۂ باطن کی نعمتوں سے مومنوں اور مومنات کو سرشار کرتیں اور خود ان کو مفسر قرآن پاک بنانے میں معاون ہوتیں۔

گویا یہ نمازیں ذریعہ تھیں مومنین اور مومنات کی زندگی اور آخرت کے تمام امور سے آگاہی اور ان کی اہمیت کو قلوب میں راسخ کرنے کا۔ اور یہ وہ عبادت تھی جس کو ہر حال میں جاری رکھنے کا حکم تھا۔ صحت، بیماری، سفر و حضر، جنگ و امن ہر حال میں۔

یہی نہیں بلکہ خوب سے خوب تر بننے اور نور قرآن کریم کی حفاظت کیلئے ضروری تھا کہ نہ صرف اس کی تلاوت کی جائے بلکہ اسے محفوظ کیا جائے۔ چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ایک جماعت قرآن حکیم کی کتابت کرنے اور ایک جماعت اس کو حفظ کرنے پر مامور ہوئی اور یہ وہ دور تھا جب قرآن شریف کی آیات سب ہی کے ورد زبان تھیں۔

ابھی سورج نکلا ہے کہ نور مبین ﷺ کے گرد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی جماعت جمع ہوگئی۔ کہیں مسائل کا بیان ہے، کہیں خواب کی تعبیریں بیان کی جارہی ہیں، کہیں اشیاء کی افادیت اور ان کے اثرات کا بیان ہے، کہیں آنے والے حالات کا ذکر ہو رہا ہے، کہیں ماضی کے واقعات کی نقاب کشائی ہو رہی ہے۔ اکثر عشاء کے بعد خصوصی محفلوں میں منتخب حضرات کو اس علم سے آگاہی بخشی جاتی جس کے بتانے پر حضور پاک ﷺ مامور تھے اور جس کا عرفان ایک نبی برحق ہی کو ہو سکتا ہے۔

پھر انہی عبادات میں جمعہ کی نماز کو لیجئے۔ نماز جمعہ کے وقت ایک روح پرور اجتماع ہوتا اور عظیم مجمع اپنے پیارے رسول ﷺ کی زبان اقدس سے موقع و محل کی مناسبت سے ضروری احکام سے سرفرازی

پاتا۔ اس دن صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو نہ صرف جلال و جمال کے انوار میسر ہوتے بلکہ حالات کے تحت اگر قلب پر کوئی خیال، کوئی خطرہ آتا بھی تو نبی پاک ﷺ کا قلب اسی سے آگاہی عطا فرماتا اور وہ بھی پاک صاف ہو جاتا۔

اور یہ خطاب اسلامی عقائد بالخصوص توحید، رسالت، آخرت، تقویٰ اور احسان کے اہم نکات کے بیان پر مشتمل ہونے کے ساتھ ایمان کی بنیادوں کو مستحکم کرنے اور اسلام کے انوار کو آشکارا کرنے کا موجب ہوتا۔ اس اجتماع میں مرد و عورت سب ہی شامل ہوتے۔

میرے عزیزو! میرے دوستو! مجھے تم سے کچھ نہیں کہنا ہے۔ تم بڑے خلوص سے یہاں تک آئے ہو۔ بڑے خلوص و صدق سے یہاں پہنچے ہو صدق و اخلاص ہی تمہارا تحفہ ہے

یہ

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے سوا کچھ نہیں۔

اس کے مضمرات کیا ہیں؟ اس کی حقانیت و معنویت سے تم کو آراستہ کرنا ہے۔ یہ حجرہ شریف آئینہ حق ہے، آئینہ شریعت ہے، کلمہ طیبہ کی مکمل تفسیر ہے۔ مانگ لو جو چاہو۔ تم کیا چاہو گے؟ وہ فیصلے ہو چکے ہیں۔ تم اپنا کام کرو، دل سے درود پڑھو

رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

تمہارا دعا گو

حامد بلگرامی

۲۷ صفر المظفر ۱۴۲۰ھ

۱۲ جون ۱۹۹۹ء

(ماخوذ از ''تنویر سحر'' از ڈاکٹر سید حامد حسن بلگرامی)

غزل

ہوش ترمذی

دیکھے ہیں جو غم دل سے بھلائے نہیں جاتے
اک عمر ہوئی یاد کے سائے نہیں جاتے

اشکوں سے خبردار کہ آنکھوں سے نہ نکلیں
گر جائیں یہ موتی تو اٹھائے نہیں جاتے

ہر جنبش دامانِ جنوں جانِ ادب ہے
اس راہ میں آداب سکھائے نہیں جاتے

ہم بھی شب گیسو کے اجالوں میں رہے ہیں
کیا کیجئے دن پھیر کے لائے نہیں جاتے

شکوہ نہیں سمجھائے کوئی چارہ گروں کو
کچھ زخم ہیں ایسے کہ دکھائے نہیں جاتے

اے دست جفا! سر ہیں یہ اربابِ وفا کے
کٹ جائیں تو کٹ جائیں، جھکائے نہیں جاتے

اے ہوش غم دل کے چراغوں کی ہے کیا بات
اک بار جلا دو تو بجھائے نہیں جاتے

گزشتہ سے پیوستہ

ارشاداتِ غوث الصمدانی

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ

مرتب: سید کامران شاہ بخاری (وڈپگہ)

رنج و راحت و صفائی باطن عزیز من! شیرینی و تلخی، بگاڑ اور بناؤ، کدورت و صفائی ضروری ہیں۔ اگر تو پوری صفائی قلب چاہتا ہے تو اپنے دل سے مخلوق کو نکال کر اپنے خالق سے وابستہ ہو جا۔ دنیا و اہل و عیال کو چھوڑ کر ان کو خدا کے سپرد کر۔ اپنے دل سے سب کچھ نکال کر خالی کر دے اور آخرت کے در پر آ کر اس میں داخل ہو جا اگر وہاں بھی اپنے پروردگار کو نہ پائے تو وہاں سے خدا کا قرب ڈھونڈتا ہوا نکل آ۔ جب تو اسے پائے گا تو اسی کے پاس پوری صفائی قلب حاصل ہوگی۔ اللہ کا محب کسی اور کو لے کر کیا کرے گا؟ جنت درجات کے طلب گاروں کا گھر ہے، تاجروں کا گھر، دنیا کو بیچ کر خریدا ہے۔ اسی لئے خدائے برتر و بزرگ نے فرمایا۔ ''اس میں وہ کچھ موجود ہے جسے نفس چاہے اور جس سے آنکھوں کو لذت ملے'' قلب، باطن اور سر کا ذکر نہیں فرمایا۔ جنت روزہ دار، شب بیدار، تارکین دنیا اور شہوتوں اور لذتوں سے کنارہ کرنے والوں کیلئے ہے۔ جنہوں نے کھانے کو کھانے کے بدلے، باغ کو باغ کے عوض، گھر کو گھر سے خریدا۔ میں تم سے اعمال کا طالب ہوں اقوال کا نہیں۔ جو عارف صرف اللہ کی ذات کیلئے عمل کرتا ہے وہ اہرن ہے جس پر چوٹ پڑتی ہے اور وہ بولتا نہیں۔ وہ ایسی زمین ہے جسے مخلوق روندتی اور الٹتی پلٹتی ہے لیکن وہ گونگی بنی رہتی ہے۔ وہ لوگ غیر اللہ کی طرف دیکھتے ہیں نہ غیر کی بات سنتے ہیں۔ ان کے دل ہیں زبان نہیں۔ وہ اپنے وغیر سب کو بھول کر فنا ہو چکے ہیں۔ وہ ہمیشہ اسی حال میں رہتے ہیں۔ جب اللہ چاہتا

ہے تو ان کو زندگی اور قلب کو زبان دے دیتا ہے گویا وہ متوالے ہیں۔ مالک اپنی رحمت شفقت کے ہاتھ سے انہیں سہارا دیتا ہے۔ ان کو اپنے رنگ میں رنگ کر خاص اپنے لئے نیا جسم عطاء کرتا ہے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بنایا تھا۔ جب کہ کہا "میں نے تم کو خاص اپنے لئے بنایا"۔ اس کے مثل کوئی چیز نہیں وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ اس نے بلا تکلیف کی راحت، بغیر وحشت کا انس، لازوال نعمت، مسرت بلا حزن، شیرینی تلخی سے پاک، بلا زوال کی سلطنت بخشی۔ "وہاں بادشاہت اللہ کی ہے" جو اس درجہ کو پہنچ گیا اس کو دنیا میں راحت مل گئی اور تیری موجودہ حالت ایسی ہے کہ دنیا میں بھی راحت نہ ملے گی۔ اس لئے کہ یہ کدورتوں اور آفتوں کا گھر ہے۔ اس گھر سے تجھے نکلنا ہے تو کیوں نہ تو خود ہی اپنے ہاتھ و دل سے نکال دے اگر یہ ممکن نہیں تو اپنے ہاتھ میں رہنے دے اور دل سے نکال دے پھر جب قوی دل ہو جائے تو ہاتھ سے بھی نکال کر فقیروں، مسکینوں کو جو اللہ کے عیال ہیں دے دے اور اس کے باوجود تیرا حصہ تجھ سے فوت نہ ہوگا اور ضرور ملے گا۔ تو چاہے غنی ہو یا فقیر، دنیا سے کنارہ کش ہو یا اس کا طالب۔ اس کا دار و مدار قلب و باطن کی صفائی پر ہے اور ان کی صفائی، علم، عمل، اخلاص، خدا کی سچی طلب سے ہے۔

بابِ خاص عزیز من! کیا تو نے نہیں سنا، پہلے دین کی سمجھ حاصل کر پھر گوشہ نشینی، پہلے ظاہری شریعت کا علم سیکھ، پھر فقہ باطنی کیلئے گوشہ میں بیٹھ۔ اس ظاہری علم پر عمل کرتا کہ یہ عمل تجھ کو وہ علم بخشے جس کو تو نے نہیں سیکھا۔ یہ ظاہری علم ظاہر کا نور ہے اور باطن کا علم باطن کی روشنی ہے، تیرے اور خدا کے درمیان کی روشنی، جتنا تو اپنے علم پر عمل کرے گا اسی قدر اللہ کی قربت کی راہ ملے گی۔ تیرے اور تیرے رب کے درمیان دروازہ کشادہ ہوگا اور تیرے لئے بابِ خاص کے پٹ کھل جائیں گے۔

اے ہمارے پروردگار ہم کو دنیا و آخرت میں خوبی عطاء فرما اور ہم کو جہنم کے عذاب سے بچا!

دنیا و آخرت

عارف کا اہتمام آخرت کو دنیا پر ترجیح دے اور اگر دنیا کو آخرت پر ترجیح دے دی، اگر آخرت پر دنیا

کو مقدم کر دیا تو دونوں میں گھاٹا ہوگا۔ تو نے وہ کام کیوں کیا جس کا تجھ کو حکم نہیں دیا گیا۔ اگر تو دنیا میں مشغول نہ ہوگا تو خدا تعالیٰ اس پر مدد فرما کر دنیا لیتے وقت توفیق بخشے گا اور جو کچھ اس سے پائے گا اس میں برکت ہوگی۔

مومن دنیا و آخرت دونوں کماتا ہے جبکہ دنیا صرف ضرورت کے مطابق، زادِ راہ کے برابر لے لیتا ہے اس سے زیادہ نہیں۔ نادان کا سارا اہتمام دنیا کیلئے ہوتا ہے اور عارف کا اہتمام آخرت کی خاطر، پھر صرف ذاتِ حق کیلئے، جب تجھ کو دنیا میں ایک روٹی مل جائے اور نفس تجھ سے جھگڑا کرے اور خواہشات کا طالب ہو تو اس کے حال پر نظر کر جس کو ایک ٹکڑا بھی میسر نہیں جب تک خدا تعالیٰ کے معاملہ میں تو نفس کو دشمن نہ سمجھے گا تجھے نجات نہ ہوگی۔ صدیقین ایک دوسرے کو پہچان لیتے ہیں کیونکہ وہ صدق و قبول کی بو سونگھ لیتے ہیں۔

نفع و نقصان کا مالک کون

اے خدا سے اعراض اور اس کے نیک بندوں سے منہ پھرنے والے! مخلوقِ خدا کو اس کا شریک سمجھ کر ان کی طرف توجہ کرنے والے! یہ تجھ کو نفع نہ دیں گے۔ نفع نقصان دینا، نہ دینا ان کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ ان میں اور سارے جمادات میں نفع و نقصان کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے۔ وہی خدا تعالیٰ خالق و رازق، قدیم، ازلی اور ابدی ہے وہی تمہارے باپ، ماں اور دوست سے پہلے تھا۔ وہی زمین و آسمان ساری کائنات کا پیدا کرنے والا ہے اس جیسا کوئی نہیں ہے وہ سمیع و بصیر ہے۔

علم و عمل کی توفیق

اے قرآن پڑھنے والے! اہل زمین و آسمان کو چھوڑ کر صرف مجھے پڑھ کر سنا۔ جو شخص اپنے علم پر عمل کرتا ہے اس کے اور خدا تعالیٰ کے درمیان ایک دروازہ کھلتا ہے جس میں اسکا دل داخل ہو جاتا ہے۔ لیکن اے عالم تو صرف قیل و قال اور مال جمع کرنے کی فکر میں علم پر عمل کرنے سے غافل ہے۔ اسلئے صرف صورت تیرے ہاتھ آئے گی معنی نہ ملیں گے جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے علم عطاء فرماتا ہے پھر عمل و اخلاص کا الہام فرماتا ہے اسے اپنے نزدیک کر کے مقرب بنا لیتا ہے، اپنی معرفت بخشتا اور علم باطن و اسرار سے نوازتا ہے جو اسی کیلئے مخصوص ہے اس کو

اپنے لیے چن لیتا ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو منتخب فرمایا تھا اور ان سے کہا "میں نے تم کو اپنے لئے خاص کر لیا ہے" کسی غیر یا خواہشات نفسانی، لذت دنیا اور خرافات کیلئے نہیں پیدا کیا۔ نہ زمین و آسمان، جنت و دوزخ نہ سلطنت و ہلاکت کیلئے وجود بخشا، کوئی چیز تجھے میری طرف آنے سے روک سکتی ہے نہ مشغول کر سکتی ہے، نہ قید کر سکتی ہے نہ حجاب بن سکتی ہے نہ کوئی خواہش تم کو مجھ سے بے پروا کر سکتی ہے۔

دو گواہ عزیز من! کسی گناہ کے ارتکاب کے باعث اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو بلکہ دین کے کپڑے کی گندگی کو توبہ و اخلاص کے پانی سے دھو ڈال اور اس پر قائم رہ، معرفت کی خوشبو سے اس کو دھونی دے کر معطر کر دے۔ اس منزل سے جس میں تو ہے خوف کر۔ تو جس طرف دیکھے گا تجھے درندے نظر آئیں گے اور موذی تجھ پر حملہ آور ہیں۔ ادھر سے منہ پھیر اور حضور دل سے خدا تعالیٰ کی جانب متوجہ ہو۔ اپنی خواہش، ارادہ اور ہوس سے نہ کھا بلکہ دو سچے گواہوں یعنی کتاب و سنت کے حکم سے کھا۔ پھر دوسرے دو گواہ طلب کر۔ یہ دو گواہ تیرا دل اور اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔ جب کتاب و سنت اور تیرا دل گواہی دے دے تو چوتھے کی اجازت کا منتظر رہ۔ وہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔ رات کو لکڑیاں چننے والے کی طرح نہ ہو کہ لکڑیاں چن رہا ہے اور نہیں جانتا کہ ہاتھ میں کیا آئے گا؟

یہ نہیں ہو سکتا کہ تو خالق بھی ہو مخلوق بھی۔ یہ بات آراستگی، تمنا، تکلف اور بناوٹ سے نہیں آسکتی۔ یہ وہ چیز ہے جو سینوں میں جگہ پاتی ہے اور عمل اس کی تصدیق کرتا ہے۔ وہ عمل جس کا مقصود ذات الٰہی ہو۔

ترک اسباب عزیز عافیت اسی میں ہے کہ عافیت کی خواہش نہ رہے۔ امیری یہ ہے کہ امارت کی طلب جاتی رہے اور دوا یہ ہے کہ کہ درد کی فکر ترک ہو جائے۔ ساری دواؤں کی دوا یہ ہے کہ دل کو اسباب و مخلوق سے خالی کر کے اپنے معاملات کو حق تعالیٰ کے سپرد کر دے اور خدا کو نہ صرف زبان بلکہ دل سے ایک جان۔ توحید و زہد جسم و زبان پر نہیں ہوتے بلکہ توحید، زہد، تقویٰ، معرفت، علم الٰہی، اللہ کی محبت اور اس کا قرب سب دل میں ہوتے ہیں۔ سمجھ سے کام لے، بوالہوس نہ بن۔ تکلف اور بناوٹ نہ کر۔ تو ہوس، تصنع، تکلف، جھوٹ، ریا اور نفاق میں مبتلا ہے۔ تیرا سارا فکر مخلوق کو اپنی طرف متوجہ کرنے میں لگا ہے۔ کیا

تجھے نہیں معلوم کہ مخلوق کی جانب تیرا ایک قدم دل سے چلنا خدا سے دور کرتا ہے تو طالب حق ہونے کا دعویٰ دار ہے حالانکہ تو مخلوق کا طلب گار ہے۔ تیری مثال اس شخص کی ہے جو مکہ جانا چاہتا ہے اور خراسان کی سمت چل رہا ہے تو ظاہر ہے کہ مکہ سے دور ہوتا جائے گا۔ تیرا دعویٰ ہے کہ دل مخلوق سے خالی ہے حالانکہ تو اسی سے ڈرتا بھی ہے اور امید بھی رکھتا ہے۔ ظاہر میں کنارہ کشی ہے اور باطن میں ان کی رغبت۔ ظاہر میں خدا اور باطن میں مخلوق خدا۔ یہ چیز زبانی جمع خرچ سے نہیں آتی۔ یہ وہ حالت ہے۔ جس میں مخلوق، دنیا، آخرت اور غیر خدا کا گزر نہیں۔ وہ اکیلا ہے اور یکتائی پسند کرتا ہے۔ وہ یگانہ ہے اس کو شرکت پسند نہیں۔ وہی تیرے حال کی تدبیر فرمائے گا میری یہ بات مان۔ ساری مخلوق عاجز ہے وہ نہ نفع پہنچا سکتی ہے نہ نقصان۔ خدا تعالیٰ ان کے ہاتھوں سے کام لیتا ہے۔ اسی کا فعل تیرے اور مخلوق کے اندر تصرفات کرتا ہے۔ تیرے نفع نقصان کی بات اللہ کے علم میں لکھی جا چکی ہے، اس کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ موحد نیکوکار لوگ باقی مخلوق پر حجت ہیں۔ ان میں ایسے بھی ہیں جو ظاہر و باطن دونوں اعتبار سے دنیا سے بے تعلق ہیں اور ایسے بھی ہیں جو صرف باطن کے اعتبار سے الگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے باطن پر دنیا کا ذرا بھی اثر نہیں پاتا، یہی قلوب صاف ہیں۔ جس کو اس پر قدرت حاصل ہو گئی، اسے مخلوق پر حکومت مل گئی۔ وہی بہادر پہلوان ہے۔ بہادر وہ ہے جس کا دل ماسواء سے پاک ہو اور خدا کے دروازہ پر توحید و شرع کی تلوار لئے کھڑا ہو۔ کسی مخلوق کو دل میں گھسنے نہیں دیتا۔ اس کا دل خدا پر مطمئن ہے۔ شرع اس کے ظاہر حال کو درست کرتی ہے اور توحید و معرفت اس کے باطن کو سنوارتے ہیں۔

عالم کی تباہی سات گنا ہو گی

اے شخص! اس بات سے کیا حاصل کہ "انہوں نے یوں کہا اور میں نے یوں کہا" تو زبان سے کہتا ہے کہ یہ حرام ہے لیکن اس کا مرتکب ہوتا ہے اور جس کو حلال کہتا ہے نہ اس پر عمل کرتا ہے نہ اسے استعمال کرتا ہے۔ تو سرتاپا ہوس بن گیا ہے۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا "جاہل کیلئے ایک مرتبہ تباہی ہے اور عالم کی سات مرتبہ۔" جاہل کیلئے تو یہی ایک ہے کہ وہ عالم کیوں نہ بنا۔ عالم کیلئے سات بار تباہی یہ ہے کہ اس پر پڑھ لکھ کر عمل نہ کیا۔ اس سے علم کی برکت اٹھ گئی اور حجت باقی رہ گئی۔ علم حاصل کر کے اس پر عمل کر۔ اس کے بعد اپنی خلوت میں مخلوق سے یکسو ہو کر اللہ

تعالیٰ کی محبت میں مشغول ہو۔ جب تیری محبت اور یکسوئی صحیح ہو جائے گی تو وہ تجھے اپنا مقرب بنائے گا اور اپنے پاس بلا کر اپنی ذات میں فنا کرلے گا۔ پھر اگر چاہے گا تو تجھے شہرت دے کر مخلوق پر ظاہر فرمائے گا اور مقسوم پورا کرنے کیلئے تجھ کو لوٹا دے گا۔ اور تیرے متعلق اپنے علم اور تقدیر کی ہوا کو حکم دے گا۔ وہ خلقت کی چہار دیواری پر چلے گی اور اسے ڈھا دے گی۔ تیرا حال مخلوق پر ظاہر ہو جائے گا لیکن تو گمنامی و شہرت دونوں حالتوں میں خدا کے ساتھ ہوگا۔ اور اپنے نفس، طبیعت اور خواہش کی نحوست کے بغیر اپنا دنیاوی مقسوم پورا کرے گا۔ اس نے تجھے مقسوم کی طرف اس لئے لوٹایا کہ اس کے علم کا قانون تیرے بارے میں غلط نہ ہو جائے تو اپنا مقسوم حاصل کرے گا اور تیرا دل خدا کے ساتھ ہوگا۔

خدا اور اولیاء اللہ پر طنز نادانو! سنو اور عمل کرو۔ خدا تعالیٰ اور اس کے دوستوں سے ناواقف اور ان پر طنز کرنے والو! خدا تعالیٰ حق اور مخلوق باطل ہے۔ حق قلوب باطن اور معانی میں ہے اور جو باطل ہے وہ نفس، خواہشات، طبیعت، عادت، دنیا اور ماسواء خدا میں ہے۔ اس دل کی خیر نہیں جب تک اس کو قدیم، ازلی، ابدی مالک کی حضوری حاصل نہ ہو جائے۔

علماء حق اے منافق! مزاحمت نہ کر۔ تیرے پاس اس سے بہتر چیز نہیں ہے تو اپنے روٹی سالن، مٹھائی، کپڑے، گھوڑے اور سلطنت کا بندہ بنا ہوا ہے اور سچا قلب ان مخلوقات کو چھوڑ کر خالق کی طرف لپکتا ہے۔ راستہ میں ان چیزوں کو دیکھ کر دور سے سلام کر کے آگے بڑھ جاتا ہے۔ اپنے علم پر عمل کرنے والے علماء سلف کے جانشین، انبیاء کے وارث اور خلف میں غنیمت ہیں، انبیاء علیہم السلام کے نقیب ہیں۔ شریعت کے شہروں کی آبادی کا حکم دیتے اور ویران کرنے سے روکتے ہیں۔ قیامت کے روز وہ اور انبیاء علیہم السلام ایک جگہ جمع ہوں گے۔ اپنے رب سے پورا پورا اجر دلوائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے بے عمل عالم کی گدھے کی مثال دی ہے۔ فرمایا ''وہ گدھے کی مثل ہے جو کتابیں لادے ہوئے ہے۔'' اسفار سے مراد کتابیں ہیں، کیا گدھا کتابوں سے نفع حاصل کرسکتا ہے؟ اس کو مشقت اور تکلیف کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ جس شخص کا علم زیادہ ہو اس کے اندر خدائے برتر و بزرگ کا خوف اور اس کی اطاعت زیادہ ہونا چاہئے۔

اے علم کے مدعی! خوفِ خدا سے تیرا رونا کہاں گیا؟ تیرا خوف اور پرہیز اور گناہوں کا اقرار کیا ہوا؟ تیرا اطاعت الٰہی میں صبح سے شام کرنا کہاں رہا؟ اپنے نفس کی تنبیہ اور اس کو مجاہدات میں ڈالنا کیوں چھوڑ دیا؟ حق کے بارے میں نفس کی عداوت کہاں گئی؟ تیری ساری ہمت جبہ ودستار، کھانے پینے، شادی بیاہ، مکان دکان میں لگ رہی ہے۔ مخلوق کے پاس اٹھنے بیٹھنے اور ان سے محبت کرنے میں صرف ہو رہی ہے۔ ان چیزوں سے منہ موڑ، اگر تیری قسمت میں یہ چیزیں ہیں تو اپنے وقت پر مل کر رہیں گی۔ تیرا قلب انتظار کی تکلیف اور حرص کے بوجھ سے نکل کر خدا تعالیٰ کے ساتھ قائم ہوگا اور آرام پائے گا۔ جس چیز سے فراغت ہو چکی اس کیلئے مشقت اٹھانے سے کیا فائدہ؟

عزیزم! تیری گوشہ نشینی غلط ہے صحیح نہیں، ناپاک ہے پاک نہیں، میں تجھے لے کر کیا کروں۔ تیرے دل میں صحیح توحید واخلاص نہیں ہے۔ سونے والو! لوگ تم سے غافل نہیں ہوسکتے۔ بھولنے والو! تم بھلائے نہیں جاسکتے۔ چھوڑنے والو! تم چھوڑے نہیں جاسکتے۔ اے خدا اور رسول سے بے خبرو! اے پچھلوں سے غافل رہنے والو! تم لمبی سوکھی لکڑی جیسے ہو جو کسی کام کی نہ ہو کھینچ کر ڈال دی جائے۔ اے ہمارے پروردگار ہم کو دنیا وآخرت میں نیکی دے اور جہنم کے عذاب سے بچا۔

اولیاء کرام سے حسن ظن اور نیک صحبت

اولیاء اللہ سے حسن ظن اے منافق! خدا تعالیٰ زمین کو تجھ سے پاک فرمائے۔ کیا تیرا نفاق کافی نہ تھا کہ علماء، اولیاء اور صالحین کی غیبت کر کے ان کا گوشت کھانے لگا۔ تو اور تیرے سارے منافق بھائی ایک سے ہیں۔ اور عنقریب تمہاری زبان اور گوشت میں کیڑے پڑیں گے اور تم کو ریزہ ریزہ کر دیں گے۔ زمین تم کو بھینچ کر پیس ڈالے گی اور الٹ پلٹ دے گی جو کوئی اللہ اور اللہ کے نیک بندوں کے ساتھ نیک گمان نہ رکھے اور ان کے سامنے تواضع نہ کرے اس کو فلاح نہ ملے گی۔ تو ان کے سامنے تواضع کیوں نہیں ظاہر کرتا۔ وہ رئیس اور امیر ہیں، ان کے سامنے تیری ہستی کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حل وعقد ان کے

ذمہ کیا ہے، بارش انہیں کی وجہ سے ہوتی ہے، زمین انہیں کے باعث سرسبز ہوتی ہے، ساری مخلوق ان کی رعایا ہے اوران میں سے ہر ایک پہاڑ کی مانند ہے جن کو آفتوں اور مصیبتوں کی آندھیاں اپنی جگہ سے نہیں ہلا سکتیں۔ مولا کی رضا و توحید کے مقام سے جنبش نہیں کرتے۔ اپنے اور دوسروں کیلئے اپنے مولا کی رضا طلب کرتے ہیں۔

صحبتِ صالح اللہ سے توبہ کرو اور اس سے گناہوں کا اعتراف کر کے معافی مانگو اور گڑ گڑاؤ۔ تمہارے سامنے کیا ہے؟ اگر تم کو حق کی پہچان ہوتی تو تم اپنی حالت بدل کر دوسری حالت پر آ جاتے۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے ادب سے رہو جیسے تمہارے بزرگ با ادب رہے۔ تم ان بزرگوں کے مقابلے میں ہیجڑے اور عورت ہو۔ تم انہیں امور میں شجاع ہو جو تمہارے نفس، خواہشیں اور طبیعتیں حکم دیتی ہیں۔ شجاعت دینی امور میں ہونا چاہئے۔ اللہ کے حقوق ادا کرنے میں ہونا چاہئے۔ عالموں اور حکیموں کے کلام کی تحقیر نہ کرو کہ یقیناً ان کا کلام دوا ہے اور خدا کی وحی والہام کا نتیجہ ہے۔ تمہارے سامنے نبی کریم ﷺ موجود نہیں کہ تم ان کی پیروی کرو لہٰذا تم نے اگر آپ ﷺ کے اتباع کرنے والوں اور سچے فرماں برداروں کی پیروی کی تو گویا آپ ﷺ ہی کی پیروی کی۔ اور ان کو دیکھا تو گویا آپ ہی کو دیکھا۔ متقی علماء کی صحبت میں رہو۔ ان کی صحبت میں رہنا تمہارے لئے یقینی برکت ہے، بے عمل علماء کے پاس نہ رہو۔ ان کی ہم نشینی تمہاری بدبختی ہوگی۔ جب تم کسی ایسے کی صحبت میں رہو گے جو علم و تقویٰ میں تم سے بڑھ کر ہے تو تمہیں برکت حاصل ہوگی۔ جب ایسے کی صحبت اختیار کی جو عمر میں بڑا ہے اور علم و تقویٰ کچھ نہیں تو تمہاری بدبختی ہے۔ اللہ کیلئے عمل کر، غیر کیلئے نہیں۔ گناہ اس کیلئے ترک کر نہ کہ کسی غیر کی خاطر۔

کسی غیر کی رضا کیلئے نیک عمل کرنا کفر ہے اور ان کی خاطر گناہ ترک کرنا دکھاوا۔ جو اس بات کو نہیں پہچانتا اور اس کے خلاف کرتا ہے وہ ہوس میں مبتلا ہے۔ عنقریب موت آ کر اس کی ہوس ختم کر دے گی۔ غیر اللہ سے کٹ کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ دل سے تعلق رکھ۔ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''اپنے اور پروردگار کے درمیان تعلق قائم رکھو فلاح پاؤ گے، اپنے اور اپنے پروردگار کے درمیان معاملہ صاف رکھو وہ

صالحین کے دلوں کی حفاظت کرتا ہے۔"

صابر فقیر جب امیر و غریب تیرے پاس آئیں اور تو ان میں فرق مراتب سمجھے تو ہرگز تجھے فلاح نہ ملے گی۔ صابر فقیروں کا اکرام کر، ان سے ملاقات کر کے ان کی ہم نشینی سے برکت حاصل کر۔ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا "صابر فقراء قیامت کے دن رحمٰن کے ہم نشین ہوں گے۔" آج دلوں سے جو ان کے ہم نشین ہیں کل قیامت میں اپنے جسموں کے ساتھ ہم نشین ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دل دنیا اور دنیا کی زینت سے کنارہ کش رہے اور امیری پر فقیری کو ترجیح دی اور اس پر صابر رہے۔ جب اس حال میں کامل ہو گئے تو آخرت نے پیامِ نکاح دیا اور اپنا نفس پیش کیا۔ ان کو آخرت کا وصل ہوا۔ جب یہ بات بھی حاصل ہو گئی تو انہیں نظر آیا کہ یہ بھی غیر خدا میں سے ہے انہوں نے اس سے بھی قطع تعلق کیا اور اپنے دل کا رخ اس سے پھیر لیا اور حق تعالیٰ سے شرما کر آخرت سے بھاگے کہ وہ غیر خدا کے پاس کھڑے کئے کھڑے ہوں گے مخلوق کے پاس کیوں ٹھہرے اور ان سے مانوس کیوں ہوئے۔

انہوں نے اپنے اعمال، نیکیاں اور جو کچھ عبادتیں کی تھیں سب آخرت کے حوالے کر دیں پھر اپنے مولیٰ کی طلب میں صدق کے پروں سے اڑے۔ آخرت کے پاس پنجرا چھوڑا۔ اپنے وجود کے قفس سے نکل کر اپنے پیدا کرنے والے کی طرف اڑے۔ رفیق اعلیٰ کو طلب کیا جو اول ہے آخر ہے، ظاہر ہے باطن ہے۔ اس کے قرب کے برج میں جا پہنچے اور ان لوگوں میں سے ہو گئے جن کیلئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا بیشک وہ ہماری جناب میں منتخب اور برگزیدہ ہیں۔ ان کے دل، ان کی ہمتیں، ان کے باطن، ان کی عقلیں اور دنیا و آخرت ہمارے پاس ہیں۔ اس درجہ رفعت کے بعد ان کے پاس دنیا و آخرت نہیں آتی۔ آسمان و زمین اور ان کے اندر جو کچھ بھی ہے سب ان کے دل کیلئے معدوم ہو جاتے ہیں۔ ان کو اپنے غیر سے فنا کر کے اپنے لئے وجود بخشتا ہے۔ اگر دنیا میں ان کا مقسوم باقی رہتا ہے تو انہیں آدمیت و بشریت کی طرف مقسوم پورا کرنے کیلئے واپس بھیجتا ہے تاکہ علم و قضاوقدر میں تبدیلی نہ ہو۔ وہ اللہ کے علم اور قضاوقدر کے بارے میں حسن و ادب کا خیال رکھتے ہیں اور جو کچھ ان کو عطا کیا جاتا ہے اس کو زہد و ترک دنیا کے قدم پر

قائم رہ کر لیتے ہیں۔ اپنے نفس، خواہش اور ارادے سے نہیں لیتے۔

ہر حال میں شریعت کے ظاہری احکام ملحوظ رہتے ہیں۔ دنیا کیلئے مخلوق سے بخل نہیں کرتے اور اگر قدرت ہو تو ساری مخلوق کو اللہ تعالیٰ کا پیارا بنا دیں۔ ان کے دلوں میں دنیا اور دنیا کی چیزوں کی ذرہ برابر وقعت نہیں رہتی۔

خدا سے معاملہ جب تک تو دنیا میں آلودہ ہے آخرت نہیں مل سکتی اور جب تک تو آخرت کے ساتھ ہے مالک کا وصل نصیب نہیں ہو سکتا۔ عمل کر، جان بوجھ کر انجان نہ بن۔ تو ان میں سے ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے علم دے کر گمراہ کیا۔ فقیروں کے ساتھ حسن سلوک خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا کرنے والی چیزوں میں سے ہے۔ کیا تجھے نہیں معلوم کہ صدقہ اللہ تعالیٰ سے معاملہ کرنا ہے جو غنی اور کریم ہے۔ کیا غنی و کریم کے ساتھ معاملہ کرنے والا بھی کبھی نقصان اٹھاتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی راہ میں تو ایک ذرہ خرچ کرے گا تو وہ پہاڑ عطا کرے گا، تو خدا کیلئے ایک قطرہ دے گا تو دنیا و آخرت میں اس کے بدلے سمندر بخشے گا، تجھے بھرپور اجر و ثواب دے گا۔

لوگو! اگر تم خدا تعالیٰ سے معاملہ کرو گے تو تمہاری کھیتیاں لہلہا اٹھیں گی۔ تمہاری نہریں جاری ہو جائیں گی، تمہارے درخت پھلیں پھولیں گے۔ لوگوں کو نیکیوں کا حکم دو اور برائیوں سے روکو۔ اللہ کے دین کی مدد کرو اور اس کیلئے لوگوں سے دشمنی رکھو۔ صدیق وہ ہے جو نیک کام میں خدا سے دوستی رکھے۔ خلوت میں، محفل میں، تنگی ترشی میں، رنج و راحت میں ہر جگہ دوستی قائم رہے۔ خدا ہی سے اپنی حاجتیں مانگو، مخلوق سے نہ کہو اور اگر مخلوق سے کہنا ہی پڑے تو پہلے اپنے دل سے خدا کی طرف رجوع ہو۔ وہ تمہیں مانگنے کا کوئی طریقہ بتا دے گا۔ اب اگر انکار کر دیا گیا یا تمہیں کچھ مل گیا تو خدا کی طرف سے ہوگا۔ مخلوق کی جانب سے نہیں۔ ان لوگوں نے اپنے دلوں سے روزی کی فکر دور کر دی اور یقین کر لیا کہ وقت معین کیلئے مقدر ہو چکی ہے۔ اس لئے اس کی تلاش ترک کر دی اور اپنے بادشاہ کے دروازے پر پڑ رہے اور اللہ کے فضل و کرم، علم و قرب کے باعث ساری چیزوں سے بے نیاز ہو گئے۔ جب وہ اس حالت میں کامل ہو

گئے تو مخلوق کے قبلہ بن گئے اور اپنے شاہ کے حضور پہنچانے کیلئے خطیب۔ اپنے دلوں کی ہاتھوں سے پکڑ کر وہاں لے جاتے ہیں اور خوشنودی وقبولیت کی خلعت ان کیلئے مانگتے ہیں۔

ایک بزرگ کا قول ایک بزرگ سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے جن کی عبودیت مانی ہوئی ہے دنیا وآخرت نہیں مانگتے بلکہ اس سے اسی کو مانگتے ہیں۔

اے اللہ ساری مخلوق کو اپنے در کا راستہ دکھا۔ میرا تو ہمیشہ تجھ سے یہی سوال ہے اور اختیار تیرے ہاتھ میں ہے۔ یہ عام دعا ہے مجھے اس پر ثواب ملے گا۔ خدا تعالیٰ اپنی مخلوق سے جو چاہے کرے اسے اختیار ہے۔ جب قلب کی اصلاح ہو جاتی ہے تو خلقت پر رحم وکرم کے جذبہ سے لبریز ہو جاتا ہے۔ بعض بزرگوں نے ارشاد فرمایا ''مومن وہ ہے جو اکثر نیک کام کرے'' اور گناہوں کو صدیق ہی چھوڑ سکتے ہیں۔ صدیق چھوٹے بڑے سب گناہوں کو ترک کر دیتے ہیں۔ پھر چھوٹی سے چھوٹی خواہش سے پرہیز کرتے ہیں پھر مباح کو ترک کر کے مطلق حلال کی تلاش کرتے ہیں۔ رات دن کے بیشتر اوقات میں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگے رہتے ہیں اور مخلوق کی عادتیں ترک کرتے ہیں اس لئے ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے لئے خرق عادت امر ظاہر کرے، انہیں بے سان وگمان روزی دے، انہیں عطا کرے اور لینے کا حکم دے۔ ساری چیزیں ان کیلئے خالص اور صاف ہو جائیں کیونکہ ایک زمانہ تک انہوں نے صبر کیا اور ان کی ضرورتیں سینوں میں ہی گھٹ کر رہ گئیں۔ وہ اپنی ناکامیوں کو برداشت کرتے رہے۔ تمام حالتوں میں بے نیل ومرام لوٹائے گئے۔

دعا کرتے تو قبول نہ ہوتی، درخواست کرتے تو منظور نہ ہوتی، شکایت کرتے تو بیماری اور بڑھ جاتی، خوشی چاہتے تو نہ پاتے، خوف کھاتے تھے اور خلاصی نہ ملتی۔ پکے موحد ومخلص بن کر عمل کرتے تھے لیکن اس کی قربت نظر نہ آئی جس کیلئے عمل کرتے تھے۔ گویا مومن اور موحد نہ تھے لیکن ان سب کے باوجود وہ ہمیشہ مدارات وصبر کرتے رہے۔ وہ جانتے تھے کہ صبر ہی ان کے دل کی دوا اور اس کی صفائی اور قربت کا سبب ہے اور اس امتحان کے بعد خیر آئے گی۔ علاوہ ازیں وہ سمجھتا رہا کہ یہ امتحان مومن کو منافق

سے، موحد کو مشرک سے اور مخلص کو ریا کار سے، بہادر کو بزدل سے ممتاز کرنے کیلئے ہے اور یہ معلوم کرنے کیلئے کہ ثابت قدم کون ہے اور ٹل جانے والا کون؟ صابر کون ہے اور گھبرانے والا کون؟ اہل حق کون ہے اور اہل باطل کون؟ اور سچے جھوٹے، دوست دشمن، پابند شریعت اور بدعتی میں تمیز کرنے کیلئے ہے۔

حرماں نصیب ایک بزرگ کا قول سنو! دنیا میں اس شخص کی طرح رہو جو اپنے زخم کا علاج کرتا ہے اور دوا کی کڑواہٹ کو صحت کی امید میں برداشت کرتا ہے۔ سب سے بڑی بلا اور مرض یہ ہے کہ تو مخلوق کو خدا کا شریک سمجھے۔ نفع ونقصان دینے لینے میں تیری نظر ان پر رہے۔ سو دوا کی دوا بلا کا دور ہونا مخلوق کا دل سے نکلنا، قضا وقدر کے نازل ہونے کے وقت عزم کی پختگی ہے اور مخلوق پر حکومت ورفعت کا طلبگار نہ ہونا۔ قلب کا خلوص باطن کی صفائی، ہمت کی بلندی ہے۔ جب تجھے یہ مقام حاصل ہو جائے گا، تیرا قلب بلند ہو کر نبیوں، پیغمبروں، شہداء، صالحین اور مقرب فرشتوں کی صف میں شامل ہو جائے گا اور جب تک تجھے اس پر بقا حاصل رہے گی تجھے بڑائی، عظمت، سربلندی عطا ہوگی۔ ولایت وحکومت دی جائے گی۔ اس وقت تجھ کو جو ملے گا اور جیسی ولایت نصیب ہوگی جو کچھ دیا جائے گا اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔

جو شخص اس کلام کے سننے، اس پر یقین کرنے اور اہل اللہ کا احترام کرنے سے محروم رہا، حقیقت میں وہی حرماں نصیب ہے۔

ایمان

بحر دنیا وسفینۂ ایمان مومن سفر خرچ لیتا ہے اور کافر مزے اڑاتا ہے۔ مومن اس لئے سفر خرچ لیتا ہے کہ وہ سفر میں ہے اور تھوڑے مال کو رکھ کر باقی آخرت کی طرف روانہ کر دیتا ہے۔ اپنی ذات کیلئے مسافر کے خرچ برابر رکھ چھوڑتا ہے جو اٹھا سکے باقی اس کا سارا ما آخرت میں ہے۔ اس کا دل اور ساری ہمت اس میں لگی ہوئی ہے۔ اس کا دل دنیا سے ہٹ کر دین میں اٹکا ہوا ہے۔ اپنی ساری اطاعت آخرت کی جانب روانہ کر دیتا ہے دنیا اور اہل دنیا کیلئے نہیں رکھتا۔ اگر اس کے پاس عمدہ کھانا ہوتا ہے تو ایثار کرتا اور

فقراء کو کھلا دیتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ آخرت میں اس سے بہتر کھانے کو ملے گا۔ عالم و عارف مومن کا منتہائے مقصود خدا تعالیٰ کا باب قربت ہے اور وہ چاہتا ہے کہ آخرت سے پہلے دنیا ہی میں اس کے دل کو اللہ کا وصل نصیب ہو جائے۔ قلب کے قدموں اور باطن کی سیر کی انتہا حق شانہ کا وصل ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ تو قیام و رکوع و سجود بیداری اور دوسری عبادتوں کی مشقت میں ہے اور تیرا دل اپنی جگہ پر قائم ہے۔ نہ اپنے وجود کے گھر سے باہر نکلتا ہے، نہ اپنی عادتوں سے باز آتا ہے۔ اپنے مولا کا سچا طالب بن۔ تیرا صدق بہت سی تکلیفوں سے بچالے گا۔ اپنے وجود کے خول کو سچائی کی منقار سے توڑ ڈال اور اخلاص و توحید کے پھاوڑے سے مخلوق کے ساتھ وابستگی اور امید کی دیوار ڈھادے۔

اپنے زہد کے ہاتھ سے اشیاء کی طلب کا پنجرہ توڑ اور اپنے قلب کے پروں سے یہاں تک پرواز کر کہ قرب خدا تعالیٰ کے سمندر کے کنارہ پر اترے۔ اس وقت تقدیر کا ملاح تیرے پاس آئے گا جس کے ساتھ عنایت حق کی کشتی ہوگی وہ تجھ کو ساتھ لے کر پروردگار کے قریب پار اتارے گا۔ یہ دنیا سمندر ہے اور تیرا ایمان سفینہ۔ اسی لئے حضرت لقمان حکیم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا "میرے پیارے بیٹے یہ دنیا سمندر ہے اور ایمان کشتی، عبادتیں ملاح ہیں اور آخرت کنارہ۔"

عارف مومن کی طلب گناہ پر اصرار کرنے والو! عنقریب وہ وقت آجائے گا کہ تم اندھے، گونگے اور اپاہج ہو جاؤ گے۔ افلاس آجائے گا اور لوگوں کے دل تمہاری طرف سے سخت ہو جائیں گے۔ تمہاری دولت خساروں اور ٹیکسوں اور چوریوں کی وجہ سے ضائع ہو جائیگی، عقل سے کام لو، اپنے پروردگار سے توبہ کرو۔ اپنے مالوں کو شریک خدا نہ بنالو کہ اس پر بھروسہ کرنے لگو۔ اس کے قریب کھڑے بھی نہ ہو۔ اس کی محبت اپنے دل سے نکال دو، اسے اپنے گھروں، جیبوں، غلاموں اور وکیلوں کے پاس رکھ دو اور موت کا انتظار کرو۔ حرص و ہوس کو کم کرو اور طول امل سے بچو۔ بویزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل ہے کہ مومن عارف اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت کا طالب نہیں ہوتا وہ اپنے مولا سے خود اسی کی ذات کا خواہاں ہوتا ہے۔

(جاری ہے)

قرآنی آیت "فِیْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ"

جدید طب کے تناظر میں

ڈاکٹر نثار محمد ناصر

لیکچرر اسلامک سٹڈیز خیبر میڈیکل کالج پشاور

دینی امور کے بارے میں قرآن کریم کے احکامات اتنے واضح اور صریح ہیں کہ اس کے سمجھنے میں کوئی چیز مانع نہیں ہوسکتی مگر طبعی علوم (Natural Sciences) کے بارے میں قرآن کریم اس انداز سے بحث کرتا کہ ہر دور کے اہل علم (سائنسدان) قرآن کے خطاب کو اپنی طرف منسوب سمجھتے ہیں۔ گویا قرآن کریم طبعی علوم سے جب بحث کرتا ہے تو اس انداز سے کرتا ہے کہ ہر زمانے کے مختلف علوم کے ماہرین ان آیات کو نِت نئے جدید سے جدید تر انکشافات کے مطابق پاتے ہیں اور یہی قرآن کریم کا اعجاز بلاغی ہے اور بلاغت کی تعریف یوں کی گئی ہے۔

اما البلاغة فهى تادية المعنى الجليل واضحاً بعبارة صحيحة لها فى النفس اثر خلاب مع ملامه كل كلام الموطن الذى يقال فيه والاشخاص الذين يخاطبون (البلاغه الواضحه' صفحه ٨)

ترجمہ: بلاغت سے مراد ایک بہت بڑے معنی کو ایک واضح صحیح اور فصیح انداز میں بیان کرنا ہے جس کا نفس پر اثر ہو اور وہ کلام اس مقام کے عین مطابق ہو جس میں یہ کلام کیا گیا ہو اور ان لوگوں کے مناسب ہو جن کو مخاطب کیا گیا ہے۔

درج بالا تعریف کو ذہن میں رکھتے ہوئے جب کوئی طبعی علوم سے متعلق آیات بینات کو دیکھتا ہے تو واضح ہوتا ہے کہ طبعی علوم سے متعلق یہ آیات اس قدر حقیقت پر مبنی ہیں کہ جدید سے جدید تر انکشافات اس میں کھپ سکتے ہیں کیونکہ علم جس حد تک ترقی کرتا جائیگا قرآنی آیات نکھر کر روشن تر ہوتی جائیں گی۔

سولہویں صدی میں جب سائنسی ترقی کی بدولت طبی علوم (Medical Sciences) میں بھی نئے نئے انکشافات ہوئے تو تخلیقات انسان کے بارے میں نت نئی معلومات کا پتہ چلا جن کی بدولت علم الأجنہ (Human Embryology) سے متعلق قرآنی آیات کو سمجھنے میں کافی مدد ملی اور یوں قرآن کے اعجاز کا ایک نیا پہلو ابھر کر سامنے آیا۔ تخلیق انسان سے متعلق ان آیات میں سے ایک آیت میں اللہ تعالیٰ نے تین اندھیروں کا بطور خاص ذکر کیا ہے، ارشاد ربانی ہے

يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ (الزمر ۳۹: ۶)

ترجمہ: (اللہ) تم کو ماں کے پیٹ میں ایک خلقت کے بعد دوسری خلقت میں تین اندھیروں میں بناتا ہے۔

تقریباً تمام مفسرین قرآن نے تین اندھیروں سے درج ذیل تین اعضاء کی ظلمتیں مراد لی ہیں۔

۱: ظلمة البطن یعنی پیٹ کا اندھیرا

۲: ظلمة الرحم: رحم کا اندھیرا

۳: ظلمة المشيمة: آنول کا اندھیرا

ان مفسرین کا کہنا ہے کہ پیٹ کی موٹی تہہ ایک ظلمہ (اندھیرا) ہے پھر پیٹ کے اندر رحم ہوتا ہے یہ دوسری ظلمہ ہے اور رحم کے اندر مشیمہ (آنول) ہے یہ تیسری ظلمہ ہے۔[۱]

اس آیہ کریمہ میں لفظ بطن (پیٹ) خاص طور قابل ذکر ہے لہٰذا یہ تینوں تاریکی کے پردے پیٹ کے اندر ہونے چاہئیں۔ بذات خود، پیٹ کا پردہ اس میں شامل نہیں ہے۔[۲]

جہاں تک ظلمۃ المشیمۃ (آنول کا پردہ) کا تعلق ہے تو جنین (Embryo) سرے سے آنول (Placenta) میں لپٹا ہی نہیں ہوتا بلکہ یہ رحم میں ایک الگ تھیلا ہوتا ہے جس سے جنین اپنے لئے خوراک اور آکسیجن حاصل کرتا ہے۔[۳]

۱: تفسیر الطبری ۲۳: ۱۲۵، تفسیر الکبیر ۲۶: ۲۴۵، تفسیر القرطبی ۱۵: ۲۳۶، تفسیر کلام المنان ۶: ۲۵۰، تفسیر الجواہر ۹: ۱۵۳، تفسیر ماجدی ۴: ۲۴

۲: اعجاز القرآن العلمی' پی ایچ ڈی مقالہ ڈاکٹر نثار محمد، صفحہ ۶۰۴

۳: An Introduction to Embryology, 105, 106, 108

انیسویں صدی میں جب جدید سائنسی تحقیقات نے قرآن حکیم کی آیاتِ کونیہ کے بارے میں سربستہ رازوں کو افشاء کیا تو علم الجنین (Embryology) کے بارے میں بھی نئے نئے انکشافات ہوئے۔اور یوں قرآنی آیت ''فِیْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ'' کی صحیح توضیح ممکن ہو سکی اور منکرین خدا بھی پکار اٹھے۔ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ (البقرہ ۲:۲)

یعنی اس کتاب کے منزل من اللہ ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔

رحم مادر میں بلاسٹوسسٹ (Blastocyst) کے خلئے دو حصوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔ایک کو طبقۃ الخارجیہ من الخلایا (Outer Cell Mass) اور دوسرے کو طبقۃ الداخلیہ من الخلایا (Inner Cell Mass) ہے۔طبقۃ الداخلیہ کا جو حصہ جنین کی طرف ہوتا ہے اس پر خلیوں کی ایک تہہ بن جاتی ہے جس کو مشتقات الطبقۃ (Endoderm) کہا جاتا ہے اور یہی جنین کے گرد بننے والا پہلا پردہ (Layer) ہوتا ہے۔طبقۃ الداخلیہ کے باقی ماندہ خلئے ایک اور سطح بنا لیتے ہیں جس کو مشتقات الطبقۃ الخارجیہ (Ectroderm) کہا جاتا ہے۔یہ ایکٹوڈرم جنین کے گرد بننے والا دوسرا پردہ ہوتا ہے۔جنین کے گرد بننے والے ان دونوں پردوں کے بالکل درمیان میں ایک اور پردہ بننا شروع ہو جاتا ہے جس کو مشتقات الطبقۃ الوسطیہ (Mesoderm) کے نام سے موسوم کر دیا گیا اور یوں جنین کے گرد یہ آخری اور تیسرا پردہ مکمل ہو جاتا ہے ۱؎۔ان تین پردوں یعنی انڈوڈرم، ایکٹوڈرم اور میزوڈرم کو مجموعی طور پر علم الاجنۃ کی اصطلاح میں امبریونک ڈسک (Embryonic Disk) کہا جاتا ہے اور عام طور پر تین تخلیقی پردوں (Three Germinal Layers) کے نام سے پہچانے جاتے ہیں ۲؎۔

عصر حاضر کے بعض مسلمان ڈاکٹر ''فِیْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ'' سے ان تین تخلیقی پردوں کی بجائے درج ذیل تین پردے مراد لیتے ہیں۔

۱؎ (a) Review of Medical Embryology, page 62

(b) Gray's Anatomy, page 142

(c) Clinical Embryology, page 25

۲؎ Medical Embryology, page 38-40, 60-65

ا: الغشاء السلی (Amniotic Membrane): کیسۂ جنین کی انتہائی اندرونی جھلی (Inner Most Membrane) کو الغشاء السلی کہا جاتا ہے۔ یہ ہر وقت شفاف پانی سے بھرا رہتا ہے جس کو امنیوٹک فلوئیڈ (Amniotic Fluid) کہتے ہیں۔ اسی پانی میں جنین مچھلی کی طرح تیرتا رہتا ہے۔ اس کی مقدار ۳۰ ملی لیٹر سے لے کر ۱۰۰۰ ملی لیٹر تک ہوتی ہے اور یہ پانی بچے کی تیز تر نشوونما میں بہت اہم کردار ادا کرتا ہے۔[1]

اس پانی یعنی امنیوٹک فلوئیڈ کے درج ذیل فوائد ہیں۔

ا: یہ پانی باہر سے پڑنے والے دباؤ سے جنین کو بچاتا ہے۔

ب: اس پانی کی وجہ سے رحم میں بچہ آسانی سے حرکت کرتا رہتا ہے۔

ج: اس پانی میں سے جنین اپنے لئے غذا حاصل کرتا ہے۔

د: یہ پانی رحم میں بچے کو معتدل درجہ حرارت فراہم کرتا ہے۔

ہ: اس پانی کی وجہ سے وائرس، بیکٹیریا اور مائکروب وغیرہ رحم میں بچے تک نہیں پہنچ سکتے۔[2]

۲: الغشاء الکوریونی (Choronic Membrane): یہ پردہ اس وقت وجود میں آتا ہے جب جنین جدار رحم کے ساتھ چپک جاتا ہے۔ اس وقت جنین کے خلئے دو حصوں میں بٹ جاتے ہیں۔ اندرونی خلیوں کو سن سیٹو ٹرو فو بلاسٹ (Syncito Tropho Blast) کہا جاتا ہے جبکہ بیرونی خلئے کورونک ممبرین (Choronic Membrane) میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور یوں پہلے پردے امنیوٹک ممبرین کے اوپر یہ دوسرا پردہ بن جاتا ہے اور اب جنین دو پردوں (ظلمتوں) میں اپنی تخلیق کے مراحل طے کرنا شروع کر دیتا ہے۔

یہ پردہ بھی جنین کیلئے غذائی مواد بہم پہنچاتا ہے اور عمل تنفس اور فاضل مواد کو ماں کے خون میں منتقل

ا: Immunology of Human Reproduction, page33-34

۲: The Human Development, page 125

کرنے میں مدد کرتا ہے۔[۱]

۳: الغشاء الساقط (Decidua Membrane): رحم مادر میں جنین کے اردگرد یہ تیسرا اور آخری پردہ ہوتا ہے جو رحم میں جنین کو ہر طرف سے احاطہ کئے ہوئے ہوتا ہے۔ یہ پردہ رحم کے اندرونی طرف جدارِ رحم کی طرف ہوتا ہے۔[۲]

جدید تحقیقات سے پتہ چلا ہے کہ یہ تیسرا پردہ الغشاء الساقط بھی مزید تین حصوں میں منقسم ہے۔

ا: الغشاء الساقط القاعدی یعنی (Decidua Basalis)

ب: الغشاء المحفظی یعنی (Decidua Capsularis)

ج: الغشاء الساقط الجداری یعنی (Decidua Parietalis)[۳]

جدید طبی تحقیقات سے یہ بھی پتہ چلا ہے کہ امنیوٹک ممبرین اور کورویونک ممبرین جنین کے نشوونما میں حصہ لیتے ہیں لیکن الغشاء الساقط رحم مادر میں موجود بچے کی نشوونما میں کوئی خاص حصہ نہیں لیتے۔ اسی بناء پر اسے الغشاء الساقط کہا جاتا ہے۔

اگرچہ مفسرین قرآن اس تیسرے پردہ کی بجائے رحم کے اندر مشیمہ (Placenta) کو تیسرا پردہ شمار کرتے ہیں جس کو "ظلمۃ المشیمۃ" کا نام دیا گیا ہے لیکن جدید تحقیقات اس کی نفی کرتی ہیں۔ در حقیقت مشیمہ حبل السرۃ (Umbalical Card) کے ذریعہ رحم سے جڑا ہوا ہوتا ہے اور جنین صرف اس سے اپنے لئے خوراک وغیرہ حاصل کرتا ہے لیکن جنین خود اس مشیمہ میں لپٹا ہوا نہیں ہوتا اور بچے کی پیدائش کے بعد یہ مشیمہ خود بخود باہر نکل آتا ہے۔[۴]

۱: Gray's Anatomy, page 145

۲: (a) Gray's Anatomy, page 149

(b) Review of Medical Embryology, page 142

۳: (a) The Developing Human, page 81

(b) Biological Principles of Growth, page 1-9

۴: مع الطب فی القرآن الکریم، صفحہ ۸۷---The Developing Human, page 81

قرآن کریم ایک معجز کلام الٰہی ہے اور ہر زمانہ میں اس کتاب کے اعجاز کے نئے نئے پہلو ابھر کر سامنے آتے رہے ہیں۔ اور اس کے اعجاز کے مختلف پہلوؤں پر مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اٹھارویں صدی میں جب سائنسی ایجادات واختراعات نے انسانی ذہن کو متاثر کرنا شروع کیا تو قرآن کے سائنسی اعجاز کا ایک نیا پہلو ابھر کر سامنے آیا اور سائنس کی مختلف شاخوں کے حوالے سے قرآن کریم کے اعجاز پر باقاعدہ کتابیں لکھی جانے لگیں۔

حضور نبی کریم ﷺ سے قبل جتنے بھی انبیاء ورسل گزرے ہیں ان کے اکثر معجزات حسی ہوا کرتے تھے۔ بنی اسرائیل کے تمام پیغمبروں کو حسی معجزات عطا کئے گئے تھے لیکن حضور نبی کریم ﷺ کو حسی معجزات کے ساتھ ساتھ ایک ایسا عقلی معجزہ بھی عطا کیا گیا جس کا اعجاز ابد تک جاری وساری رہے گا اور یہ عقلی معجزہ قران کریم ہے۔ (اعجاز القرآن---خطیب---۷۲:۱)

جب مشرکین مکہ نے نبی کریم ﷺ سے حسی معجزات کا مطالبہ کیا تو ان کے اس مطالبہ کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

اَوَلَمْ یَکْفِھِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ یُتْلٰی عَلَیْھِمْ ط (العنکبوت ۲۹ : ۵۱)

ترجمہ: کیا ان لوگوں کیلئے یہ بات کافی نہیں ہے کہ ہم نے آپ پر ایک کتاب نازل کی ہے جو ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ غیر مسلم بھی قرآن کریم کو تمام معجزات سے بڑھ کر ایک ناقابل تنسیخ معجزہ سمجھتے ہیں۔[1]

مراجع ومصادر

۱: قرآن کریم

۲: تفسیر ماجدی (انگریزی) عبد الماجد دریابادی، مطبع کراچی، طبع اول ۱۹۹۱ء

۳: تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان، عبد الرحمٰن بن ناصر السعدی، البحوث العلمیہ، ریاض ۱۴۰۲ھ۔

۴: الجواہر فی تفسیر القرآن، شیخ طنطاوی الجوہری، مصطفی البابی الحلبی، مصر ۱۳۵۱ھ۔

۵: الجامع لاحکام القرآن (تفسیر القرطبی) عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی، مطبعۃ دار الکتب المصریہ قاہرہ، طبع دوم ۱۹۵۲ء

ا: Encyclopedia Britannica "Miracle"

۶: مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر) امام الفخر الرازی، مکتبہ عبدالرحمٰن محمد الجامع الازہر، قاہرہ طبع سوم۔

۷: اعجاز القرآن العلمی، پی ایچ ڈی مقالہ ڈاکٹر نثار محمد شعبہ اسلامیات پشاور یونیورسٹی ۱۹۹۶ء۔

۸: اعجاز القرآن، عبدالکریم خطیب، دارالفکر العربی، مصر، طبع اول ۱۹۶۴ء۔

۹: مع الطب فی القران، پی ایچ ڈی مقالہ، جامعۃ الازہر، مصر

۱۰: الطب معراب الایمان، دکتور خالص جلبی کنجو موسسہ الرسالہ بیروت۔

۱۱: انسائیکلوپیڈیا بریٹینکا، یونیورسٹی آف شکاگو ۱۹۸۸ء

An Introduction to Embryology, BI Bailansky 5th Edition, Hott Sounders New York. :۱۲

Çomparative aspects of the Hormonal Functions in th placenta and fatal membrane, edited by CA Villee, 1958 :۱۳

Developmental Anatomy---- Aray LB, WB Sounders company LTD London, 7th Edition 1974 :۱۴

Essential of Human Embryology, Asim Kumar Datta, Current Books International, Bombay , 1976 :۱۵

Gray's Anatomy--- Edited by Williams Warwick, Dyson-- Churchill Living Stone London, 1989 :۱۶

Human Embryology--- Hamilton WJ Byod JD and Mossman, Baltimore, 1952 :۱۷

Immunology of Human Reproduction, SS Scott and WR Jones, Academic Press London, 1976 :۱۸

Medical Embryology--- Jan Longman, The Williams and Wilkins Co, USA, 1975 :۱۹

Quran and Science, Proceeding of the second international seminar, Pakistan Association of Scientists and Scientific Profession, Karachi, 17th June, 1987 :۲۰

Review of medical Embryology, Ben Pan Sky, Mac Millan Publicaiton Co, New York, 1982 :۲۱

The Developing Human, Kath L Moore, WB Sounders Co, London, 1983 :۲۲

غزل

مجروح سلطانپوری

مجھے سہل ہو گئیں منزلیں، وہ ہوا کے رخ بھی بدل گئے
ترا ہاتھ ہاتھ میں آ گیا کہ چراغ راہ میں جل گئے

وہ لجائے میرے سوال پر کہ اٹھا سکے نہ جھکا کے سر
اڑی زلف چہرے پہ اس طرح کہ شبوں کے راز مچل گئے

وہی بات جو نہ وہ کہہ سکے مرے شعر و نغمہ میں آ گئی
وہی لب، نہ میں جنہیں چھو سکا، قدحِ شراب میں ڈھل گئے

تجھے چشم مست! پتہ بھی ہے کہ شباب گرمی بزم ہے
تجھے، چشم مست! خبر بھی ہے کہ سب آبگینے پگھل گئے

وہی آستاں ہے، وہی جبیں، وہی اشک ہے، وہی آستیں
دل زار تو بھی بدل کہیں کہ جہاں کے طور بدل گئے

مرے کام آ گئیں آخرش، یہی کاوشیں، یہی گردشیں
بڑھیں اس قدر مری منزلیں کہ قدم کے خار نکل گئے

تبرکات وفیوضاتِ جلویہ

از حضرت قبلہ ڈاکٹر محمد عطاء اللہ قادری جلوی رحمۃ اللہ علیہ

مرتب: علاؤ الدین عدیمؔ

شیخ کامل کی علامات

شیخ ابومدین قدس سرہ نے فرمایا کہ شیخ کامل وہ ہے جو سالک کو

۱: سیرت حسن کی تصویر بنادے

۲: ہر قدم راہ راست پر پہنچادے

۳: معرفت الٰہی کے انوار سے قلب کو منور فرمادے۔

۴: غیوبت سے ہٹا کر مشاہدہ میں لگادے۔

کامل وہ شخص ہے جو عرفان میں پکا ہو۔ اپنی خودی سے خلاصی پا کر ذات حق میں محو ہوا اور شریعت و طریقت اور حقیقت و معرفت میں مضبوط اور مرتبہ فنا اور بقا میں پہنچا ہو۔

حضرت شیخ عثمان قدس سرہ فرماتے ہیں کہ جو شخص ان چار فضائل کا جامع ہے وہ کامل ہے:

۱: اگر تمام محاصل دنیا و آخرت اس سے چھین لیں تو غمگین نہ ہو۔

۲: اگر تمام محصول دنیا و آخرت دے دیا جائے تو خوش نہ ہو۔

۳: اگر اس کو عزیز دنیا و آخرت کا گردانیں تو خوش نہ ہو۔

۴: اگر اس کو ذلیل و نین گردانیں تو دلگیر اور غمگین نہ ہو۔

اس کا حزن اور سرور معشوق حقیقی اور وجدان معشوق حقیقی ہے جیسا کہ حضرت رابعہ بصری رحمت اللہ علیہا اپنی مناجات میں فرماتی ہیں کہ یارب اگر اس عاجز کے نصیب میں دنیا پیدا کی ہے تو وہ کفار کو دے دے اور اگر بہشت پیدا کی ہے تو وہ مومنوں کو دے دے۔ اس عاجز کو دنیا میں اپنا درد، محبت و عشق عطا کر

اورآخرت میں اپنا دیدار۔

حضرت غوث الاعظم ﷜ نے کامل یعنی فقیر کی شرح اپنے عربی اشعار میں اس طرح فرمائی ہے۔ فقیر کی ''فاء'' سے مراد ہے کہ فقیر اللہ کی ذات میں فنا اور اپنی ذات اور صفات سے فارغ ہے۔ جبکہ ''ق'' سے مراد ہے کہ فقیر کے دل کی قوت اپنی محبوب (خدا تعالیٰ) سے ہے اور فقیر کا قیام (یعنی بقا) اللہ تعالیٰ کیلئے اور اس کی مرضیات سے ہے۔ فقیر کی ''ی'' سے مراد یہ ہے کہ فقیر اپنے رب کی طرف رجوع کیے ہوئے ہے، صرف اسی سے ڈرتا ہے اور تقویٰ پر اس طرح قائم ہے جس طرح کہ تقویٰ کا حق ہے اور فقیر کی ''ر'' سے مراد اس کے دل کا نرم اور صاف ہونا ہے اور شہوات کو چھوڑ کر اللہ کی طرف رجوع ہونا ہے۔

شیطان تفسیر ابن جوزی میں حضرت عبداللہ بن عباس ﷜ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''شیطان آدمی کے جسم میں خوراک کی طرح سرایت کر جاتا ہے اور آدمی کا دل اس کا خاص ٹھکانہ ہے اور جس کو خدا بچائے اس کا دل شیطان کے غلبہ سے محفوظ رہتا ہے۔''

ایک اور روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی اے اللہ! مجھ کو شیطان کا ٹھکانہ انسان کے بہکانے کے وقت دکھلا دے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک آدمی کا دل دکھلایا کہ شیطان سانپ کے پھن کی صورت میں اس کے دل پر چھایا ہوا تھا۔ لیکن جب وہ شخص اللہ کا ذکر کرتا تھا تو وہ پھن اس کے دل سے ہٹ جاتا تھا'' (ابن کثیر وخازن وفتح الباری)

حقیقتِ انسانیہ

وھو اللہ فی السمٰوٰت والارض یعلم سرکم و جھرکم و یعلم ما تکسبون

تفسیر روح البیان میں ہے کہ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ وھو اللہ فی السموٰت یعنی وہ معبود ہے سماوات وجود میں۔ یعلم سرکم یعنی جو کچھ تمہارے اندر اسرار پوشیدہ رکھے ہیں انہیں جانتا ہے۔ اس سے وہ خلافت مراد ہے جو حضرت انسان سے مخصوص ہے کہ وہ فیض الٰہی کو قبول کرے۔ و جھرکم یعنی اور وہ تمہارے ظاہری صفات حیوانیہ اور احوال نفسانیہ کو جانتا ہے۔ و یعلم ما تکسبون یعنی تمہارے

ماموراتِ ومنہیات یعنی خیر وشر میں تمہاری استعداد کے استعمال کو جاننا ہے۔ اور اس استعداد (سری و جہری) کا استعمال بھی صرف انسان سے مخصوص ہے۔ ملائکہ اور حیوانات کو یہ شرف نصیب نہیں۔ اس لئے کہ فرشتے کو یہ قدرت نہیں کہ وہ حیوان کی صفات سے کوئی صفت حاصل کرے اور نہ ہی حیوان کو یہ طاقت ہے کہ وہ فرشتے کی کسی صفت سے مشرف ہو۔

حضرت انسان ہی کو یہ شرف ملا ہے کہ وہ نہ صرف ملائکہ اور حیوانات کے صفات پر تصرف کرے بلکہ اسے اخلاق الٰہی سے متخلق ہو کر اللہ تعالیٰ کی قریب ہونے کی بھی اجازت ہے کہ فرائض کی ادائیگی اور نوافل پر التزام اور نواہی سے اجتناب کرے یہاں تک کہ وہ خیر البریہ کہلائے گا اور اگر برائیوں کا ارتکاب کرے گا تو شر البریہ ہوگا۔

حضرت حسین کاشفی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ نقد النصوص میں ہے کہ حضرت انسان دو طرفہ آئینہ ہے۔ اس کی ایک طرف سے خصائص ربوبیت نظر آتے ہیں دوسری طرف سے نقائص عبودیت۔ اگر خصائص ربوبیت سے متصف ہو تو تمام موجودات سے بزرگ و برتر ہے اور اگر نقائص عبودیت کی طرف مائل ہو تو تمام مخلوق سے ذلیل و خوار تر ہے۔

چوں در خود از اوصاف تو یابم اثرے
حاشا کہ بود نکو ترا از من دگرے
واں دم کہ فتد بحال خویشم نظرے
در ہر دو جہاں نباشد از من بترے

اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے ہمیں فرمایا ہے کہ میں تمہارے اسرار و خصائص کو بادیہ غیب سے جانتا ہوں اور تمہارے آثارِ نقائص عالم شہادت میں بھی مجھ سے مخفی نہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ تم کس عمل سے ترقی کے منازل طے کر کے درجات انسانیہ حاصل کر سکو گے اور یہ بھی میرے علم سے پوشیدہ نہیں کہ کس وجہ سے تم تنزل کی طرف گرتے پھسلتے حیوانات کی صف میں کھڑے ہوتے ہو۔

سالکو! سمجھدار کو یہ باتیں جاننا ضروری ہے کہ انہیں وجود سے وہ اصلاح اور تزکیہ اعمال کر سکتا ہے

جس سے وہ حیوانی حظوظ سے بچ کر نعیم روحانی کے منازل طے کرنے کی صلاحیت رکھے گا۔

حیف باشد کہ عمرے انسانی
چو بہائم بخواب و خور گزرد
آدمی می تواند از کوشش
کہ مقام فرشتہ در گزرد

حدیث قدسی ہے "سر الانسان سری و سری سرہ" یعنی انسان کا راز میرا راز ہے اور میرا راز اس کا۔ اس کی شرح میں حضرت شیخ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ صاحب تفسیر روح البیان قدس سرہٗ نے فرمایا کہ سر الانسان سری کا مطلب یہ ہے کہ اس کا راز میرے راز کا ظاہری حصہ ہے اور میرے راز کی صورت اس کا باطنی حصہ ہے اور وہی اس راز کی حقیقت ہے۔

شیخ مذکور نے فرمایا کہ سر الانسان سے مراد یہ ہے کہ حقیقتِ انسانیہ ظاہرہ حقیقت الٰہیہ کی صورت کا عکس ہے۔ چنانچہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ان اللہ خلق آدم علی صورتہ یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا یعنی جب حقیقتِ انسانیہ نے مرتبہ غیب سے منزلِ شہادت میں قدم رکھا تو اس پر ذات حق اپنے جمال وجلال سے متجلی ہوا اور اس میں شرقی جانب سے نورِ جمال اور غربی جانب سے ظلمت جلال امانت رکھی۔

پہلی جانب میں ایک فرشتہ مقرر فرمایا جو اسے ہدایت کی طرف لے جائے اور دوسری جانب میں شیطان بٹھایا جو اسے باطل کی طرف لے جائے۔ فرشتہ قبضہ جمال کا خادم ہے اور لطفِ الٰہی کا ہاتھ اور شیطان قبض جلال کا خادم اور قہر وغضب کا ہاتھ۔ جب اللہ تعالیٰ اس حقیقتِ انسانیہ کیلئے حق کو پہنچانے کا ارادہ فرماتا ہے تو اس فرشتے کو حکم دیتا ہے کہ حقیقت انسانیہ میں حق کا القاء کرے جس سے وہ حق کو نورِ الٰہی جمالی سے دیکھتا ہے کہ جس کے ذریعہ تجلی جمال سے فائز ہوا اور وہ نہ صرف اس حق کو دیکھتا ہے بلکہ اس کی اتباع کرتا ہے اور اسے بدل وجان قبول کرتا ہے بلکہ وہ حقیقتِ انسانیہ تادمِ زیست عین روح ہو جاتی ہے اور تادمِ زندگی حق پر ثابت قدم رہتا ہے اور جس قالب یعنی جسم میں وہ مقیم ہے پر بھی حق کی مہر ثبت کردی

جاتی ہے اور اس کے جسم کو قلب کے باغ میں چرنے کی عام اجازت دی جاتی ہے اور اس کی حقیقتِ انسانیہ پر ہر وقت تجلیاتِ جمالیہ اور الطاف خالصہ کی بارش برستی رہتی ہے جو اس کے اطمینان وسکون کا موجب بنتی ہے۔ اس وجہ سے ایسا انسان ہر وقت سرِ تسلیم خم رکھتا ہے اور طاعت وصبر اور طلب رضا ودیگر اخلاق حمیدہ سے موصوف رہتا ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ اس حقیقت انسانیہ کو باطل کی طرف پھیرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو اس پر شیطان کو حملہ کرنے کی اجازت عام ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شیطان ہر وقت اسے برائی کا وسوسہ ڈالتا رہتا ہے جس سے وہ نہ حق کو دیکھ سکتا ہے اور اسے سمجھ سکتا ہے۔ یعنی اسے محسوس نہیں ہوتا کہ وہ باطل میں پھنسا ہوا ہے اور یہی امر باطل حق سے حائل ہے۔ اس لئے کہ اس بندے کو جو ظلمت جلال سے حصہ ملا ہے وہ اسے حق سے مانع ہے۔ اس بنا پر وہ باطل سے اجتناب کی بجائے باطل کو حاصل کرتا ہے اور اس باطل پر مداومت کرتا ہے تو اس کے نفس پر تاریکی چھا جاتی ہے حالانکہ وہ اس سے قبل نورانی روح تھا۔ ایسے شخص کا جسم اس باطل کا مرکز بن جاتا ہے جس سے وہ جسم طبعی ظلماتی ہو جاتا ہے حالانکہ اس سے قبل وہ قلب نورانی تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ تجلیات جلالیہ واحوال قہریہ سے متجلی ہوتا ہے۔ وہ اس کے اندر اضطراب اور "میں نہ مانوں" کا مرض مسلط کر دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ مخالفت وروگردانی پر کمربستہ ہو جاتا ہے اور اس وجہ سے اوصافِ مذمومہ سے موصوف ہوتا ہے حالانکہ اس سے قبل اوصافِ محمودہ سے موصوف تھا۔ اسی طرح ہر معاملہ میں اس کے متعلق یہی تقریر ہوگی۔ اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کی قدیم اور ازل سے عادت ہے کہ جس بندے کے متعلق اس کا ارادہ ہوتا ہے کہ وہ اسے دین کی سمجھ دے اور اسے ماسویٰ سے فارغ کر کے اپنے وصل وصال سے نوازے تو اس پر شیطان کو مسلط نہیں ہونے دیتا۔

"کما قال اللہ تعالیٰ ان عبادی لیس لک علیھم سلطان"

بلکہ اس کیلئے قبضہ جمال کیلئے خدام ملائکہ کو اس پر مسلط کیا جاتا ہے جو اسے راہ حق کی طرف لاتے ہیں اور دونوں قبضوں یعنی جمال وجلال کے احکام عوالم وانفس وآفاق میں تا قیامت جاری وساری رہیں گے لیکن ان دونوں کے خدام فرشتوں کے ذریعے کسی انسان کا قلب جمالی ہے تو جمال کے فرشتے ورنہ جلال کے فرشتے جہاں حکم الٰہی ہوگا اسے وہیں پھیریں گے۔

تبصرۂ کتب

(تبصرہ کیلئے کتاب کے دو نسخے ارسال کئے جائیں)

عنوان حضرت سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

تالیف: صلاح الدین احمد

تبصرہ: علاء الدین عدیم

زیر نظر کتابچہ سیدی و مولائی پیر طریقت مبلغ شریعت حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی المعروف مولوی جی نور اللہ مرقدہ کے بارے میں ہے جو حال ہی میں شائع کیا گیا ہے۔

اگرچہ آپ علیہ الرحمت کے سانحہ ارتحال کے موقع پر مقامی اخبارات خصوصاً روزنامہ مشرق پشاور نے نہ صرف آپ کے سفر آخرت کو مکمل کوریج دی جبکہ کالم نگاروں نے اپنے اپنے منفرد انداز کے کالموں میں اس نابغہ روزگار ہستی کو زبردست خراج عقیدت بھی پیش کیا مگر تاحال منضبط صورت میں کوئی کتاب یا تالیف منظر عام پر نہیں آئی تھی۔

معروف صحافی صلاح الدین احمد کے قلم سے یہ اولین مختصر تاثراتی کتاب ہے جسے انہوں نے اپنے مرشد گرامی پیر سید مستان شاہ حق بابا جی مدظلہ العالی کے نام سے معنون کیا اور اسے شائع بھی آستانہ عالیہ تمبر پورہ شریف پشاور سے کیا گیا ہے۔

کتاب اگرچہ مختصر اور پمفلٹ کے انداز کی ہے مگر حتی الامکان اسے جامع صورت میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے جس سے پڑھنے والے کو تشنگی کا احساس نہیں ہوتا۔ اس میں فاضل مؤلف نے اس ملاقات کا بھی ذکر کیا ہے جو ان کے مرشد پیر صاحب تمبر پورہ شریف نے مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ان کی عیادت کے سلسلہ میں کی اور یہ آپ ہر دو بزرگ ہستیوں کی آخری ملاقات تھی۔

اس کے علاوہ انہوں نے خود بھی مولوی جی علیہ الرحمت کے آخری ایام علالت میں ہسپتال جا کر

آپ کی زیارت کا شرف حاصل کیا تھا، لکھتے ہیں

''حضرت مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ یوں تو طویل عرصہ سے علالت سے دوچار رہے مگر یہ آپ کی قوت ایمانی اور طاقت روحانی ہی تھی جس کے سبب آپ عام لوگوں کی طرح کبھی ''بیمار'' نظر نہیں آئے اور آپ کا چہرہ مبارک ہمیشہ کھلتے پھول کی مانند تروتازہ اور شگفتہ ہی نظر آیا۔''

زیر نظر کتابچہ میں مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر سوانح، ان کی تصنیفات وتالیفات، سفر آخرت کی جھلکیوں کے علاوہ ان کی دینی وملی خدمات کے خاص پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے فاضل مؤلف رقمطراز ہیں

''آپ نے اپنے آستانہ مبارک پر انسٹھ (۵۹) سال تک درسِ قرآن وحدیث کی عظیم الشان ذمہ داری ادا فرمائی۔ آپ اتحاد بین المسلمین کے بہت بڑے بلکہ حقیقتاً مؤثر داعی بھی تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو امت مسلمہ کے ہر مکتبہ فکر میں عزت واحترام سے نوازا تھا۔''

''کسی بھی مسلک سے تعلق رکھنے والا آپ کی بات انتہائی ادب واحترام سے سنتا۔ حتیٰ کہ آپ کو اہلسنت والجماعت کے ساتھ ساتھ اہل تشیع میں بھی بے پناہ قدر ومنزلت حاصل تھی۔ جب بھی محرم الحرام کے مقدس مہینہ کی آمد ہوتی امن چاہنے والوں کی نظریں آپ پر لگی رہتیں اور آپ عمر رفتہ کے آخری ایام میں پیرانہ سالی اور بیماری ونقاہت کے باوجود اتحاد بین المسلمین کی غرض سے منعقد کی جانے والی ہر مجلس، ہر تقریب اور جلسہ میں رونق افروز ہوتے۔ آپ عمل پیہم کی جیتی جاگتی تصویر تھے اور دین کے کام میں کبھی تھکاوٹ آپ کے آڑے نہ آتی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ باعمل عالمِ دین اور علماء کے جم غفیر میں بے نظیر تھے۔''

کتابچہ کے سرورق پر مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی چادر مبارک اور ٹوپی میں رنگین تصویر دی گئی ہے۔ آخری صفحہ پر مؤلف کے بارے میں تعارفی نوٹ ہے۔ اس پر کوئی ہدیہ تحریر نہیں صرف دعائے خیر کی درخواست درج ہے۔ اباسین فورم مرحبا بلڈنگ ناز سینما روڈ پشاور سے کتابچہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔